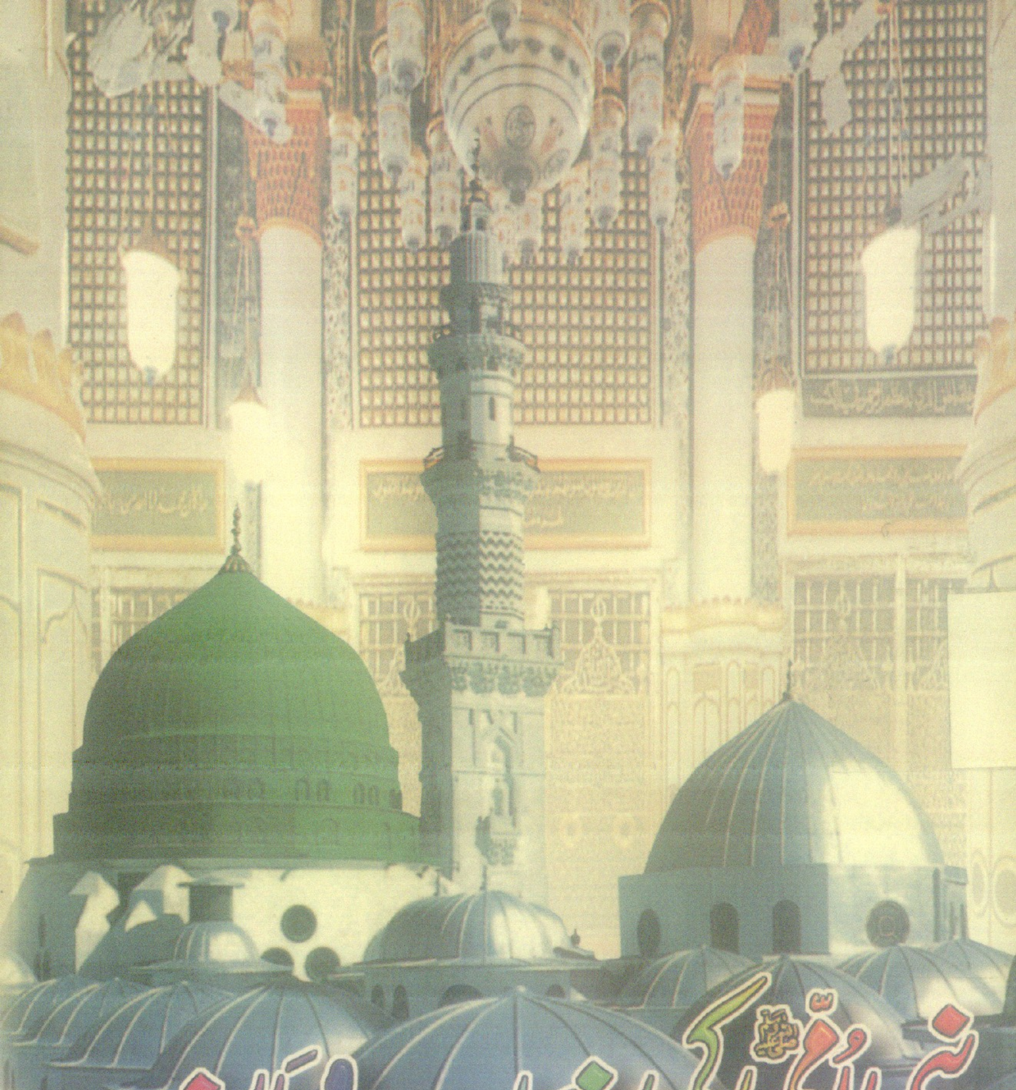


نبی اُمّی ﷺ کی فصاحت و بلاغت

پروفیسر فیاض احمد خان کاوش

بزمِ عاشقانِ مصطفیٰ لاہور

نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کی
فصاحت و بلاغت

مُصنّف:

پروفیسر فیاض احمد خان کاوش

ناشر
بزمِ عاشقانِ مصطفیٰ
لاہور پاکستان

سلسلہ مطبوعات نمبر ۶۵

نام کتاب ـــــــــ نبی امی کی فصاحت وبلاغت

مصنف ـــــــــ پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش وارثی

تبیض ـــــــــ محمد عبداللہ عسکری رضوی، صادق آباد

کتابت ـــــــــ محمد طارق رانا اکاؤنٹس آفیسر (سی۔ایم۔اے آفسز، لاہور)

صفحات ـــــــــ ۱۶۰

تعداد ـــــــــ ۱۱۰۰

اشاعت بار اول ـــــــــ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ / جولائی ۱۹۹۹ء

ہدیہ دعائے خیر اراکین ومعاونین

نوٹ : شائقین مطالعہ ۲۵ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیں۔

ملنے کا پتہ

بزمِ عاشقان مصطفیٰ

مکان نمبر ۲۵ گلی نمبر ۳۲

فلیمنگ روڈ، لاہور، کوڈ نمبر ۵۴۰۰۰

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اُستادِ محترم مسعودِ ملّت ڈاکٹر پروفیسر مولینا محمد مسعود احمد صاحب نقشبندی مجدّدی مظہری مدظلہ العالی کے نام نامی اسمِ گرامی سے منسوب کرنیکی سعادت حاصل کر رہا ہوں جنہوں نے اپنے مقدّس ہاتھوں سے میری ناتواں انگلیوں میں قلم پردیا میرے بے کیف نطق و زباں کو علم و ادب کی چاشنی سے لطف اندوز فرمایا —— اور میری پسماندہ فکر و نظر کو مہمیز کر کے تصنیف و تالیف کی راہ پر لگایا ؎

"ذرّہٗ آفتاب تابانیم"

احقر

فیاض کاوش

صدر شعبۂ اُردو

شاہ عبداللطیف گورنمنٹ سائنس ڈگری کالج

میرپور خاص - (سندھ)

اُنہیں کے نام کی خوشبو ہے میرے لہجے میں
مرے سخن کو عقیدت کا گلستاں کہیے

بپاس خاطر:

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (اعزاز فضیلت)
ایم۔اے (گولڈ میڈلسٹ)، پی۔ایچ۔ڈی

فہرس

تقریظ

از حضرت ابوحماد مفتی احمد میاں حافظ البرکاتی
مفتیٔ اعظم سندھ۔ حیدرآباد

فقیر نے محترم جناب پروفیسر فیاض احمد خان صاحب کاوش زید مجدہٗ کی نئی تصنیف "نبیٔ اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی فصاحت و بلاغت" تفصیل کے ساتھ دیکھی۔ تصنیف کیا ہے بجائے خود فصاحت و بلاغت کا ایک دریا موجزن ہے جس کی ہر لہر سے عشق و محبّت کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ کتاب کے مشتملات نہ صرف یہ کہ مدلّل و مبرہن ہیں بلکہ اندازِ بیان بھی فصاحت و بلاغت کے پانچوں مرتبوں کو چھو رہا ہے، اور کیوں نہ ہو کہ نبیٔ محترم و مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی فصاحت و بلاغت کے بیان میں کسی غیر فصیح و غیر بلیغ کلمہ کے ساتھ تعریف کرنا، حسنِ ادب سے دور کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت عام عطا فرمائے اور مصنف اور پڑھنے والوں کو کمالِ ادب کی نعمت سے مزید مشرف فرمائے۔ آمین بجاہ سیّد المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

سگِ بارگاہ برکاتیہ
فقیر قادری احمد میاں برکاتی غفرلہٗ

تقدیم

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی

اعزاز فضیلت

ایم۔ اے (گولڈ میڈلسٹ) پی ایچ ڈی

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

جانِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائل وفضائل پر لکھنا عین سعادت ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وجود سراپا نور میں کچھ ایسی کشش ہے کہ دشمن بھی کھنچے چلے آتے ہیں، غلام تو پھر غلام ہیں! —— آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و صورت اور زبان و بیان پر لکھنا ممکن نہیں —— !!

ع اللہ ہی کو معلوم ہے کہ تم کون ہو اور کیا ہو؟

پھر بھی کچھ نہ کچھ لکھ کر نام لیواؤں میں شامل ہونا بڑے فخر کی بات ہے اور یہ اللہ عزوجل کے کرم ہی پر موقوف ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ فرماکر اپنا منظورِ نظر بنالے —— فاضل ادیب پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش، خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سعادت عطا فرمائی کہ اس رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثناء میں رطب اللسان ہیں —— اللہ اللہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت کا بیان، جن کو اللہ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور پھر سب کو ان کے نور سے پیدا فرمایا —— اسی لئے تو احسان جتایا کہ ایسا نورانی پیکر عطا فرمایا —— اللہ کو آپ سے

کیسا پیار ہے، آپ کی قسم کھائی، آپ کے مولودِ مسعود کی قسم کھائی اور اس شہرِ مقدس کی قسم کھائی جس کی گلیوں میں آپ چلتے پھرتے تھے ——

اللہ جلّ جلالہٗ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) پر بڑا فضل فرمایا، قرآنِ عظیم عطا فرمایا، وہ قرآن جس میں سب کچھ بیان کر دیا، کچھ بھی نہ چھوڑا —— وہ قرآن سب کا سب سینۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں سما گیا —— غیب کے خزانے کھول دیئے۔ سب کچھ بتا دیا، بولنا سکھایا اور اپنی محبت میں ایسی فنائیت عطا فرمائی گویا جو کچھ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) نے فرمایا، خدا نے فرمایا۔!

ع "گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان"

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کا وجودِ باوجود، اللہ کے وجود و وحدانیت کی دلیل بن گیا۔ ؎

حدیثِ حسن مشتاقی درونِ پردہ پنہاں بود
برآمد شوق از خلوت نہاد ایں راز بر صحرا

ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا بولنا، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کا بولنا نہ تھا —— آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کی زبان پر وہ بول رہا تھا، جس نے بے زبانوں کو بولنا سکھایا —— خود ہی پڑھایا، خود ہی بولنا سکھایا —— اس کی گویائی پر دو عالم نثار —— بظاہر قبیلۂ قریش میں آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کا تشریف لانا اور قبیلۂ بنو سعد میں پرورش پانا آپ کی کمالِ قدرت اور فصاحت و بلاغت کا ایک سبب معلوم ہوتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے:

ع جو دیا اے خدا دیا تو نے

آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کو صفتِ جوامع الکلم سے نوازا —— ایک ایک لفظ رنگ برنگ پھولوں کا گلدستہ —— ایک ایک جملہ رنگ برنگ تاروں

کا اکاش! ــــــ اسی لئے فرمایا: "میں عرب میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔"
ہے کوئی جو میرے سامنے زبان کھولے؟ ــــــ اللہ اللہ!

ع "دم بھر میں بے زبان تھے سارے زبان والے"

قرآن کی مثل نہیں تو کلامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بھی مثل نہیں ــــــ کلامِ شیریں، اندازِ بیان شیریں، وہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) خود شیریں ــــــ نورٌ علیٰ نور ــــــ سبحان اللہ ماشاء اللہ ــــــ فطرت کا ایک دھارا تھا جو زبانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بہہ رہا تھا!
یہی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کا اسلوب بن گیا اور اسی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام جانا پہچانا گیا اور جانا پہچانا جاتا ہے ــــــ تکلّف سے پاک، بناوٹ سے دور ــــــ ایسا صاف و شفاف کلام کہ دشمن بھی جس میں عیب نہ نکال سکے ــــــ عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے کیا خوب فرمایا:

ع خلقت مبرّأ من کل عیب

(ہر عیب سے پاک، ہر نقص سے منزہ ــــــ کامل واکمل)

رب العالمین کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی یہ شان نہ ہوگی تو کس کی ہوگی؟

پیشِ نظر کتاب کا موضوع ــــــ "نبیٔ اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی فصاحت و بلاغت ہے" ــــــ ان پڑھ نبی نہیں ــــــ وہ نبی جس کو خدا نے پڑھایا ــــــ وہ نبی جس نے سارے عالم کو پڑھایا ــــــ اس مقدّس ہستی کی فصاحت و بلاغت کی کیا شان ہوگی جس کے لئے خود خدا نے فرمایا:

"وما ینطق عن الھوٰی ۝ اِن ھو الا وحی یوحیٰ ۝"

من کی چاہت سے نہیں بولتے، مولیٰ کی چاہت سے بولتے ہیں۔!
بلا شبہ ان کے کلام کی عظمت کو وہی جانے جس نے رنگ برنگ زبانیں پیدا فرما کر ان کو اپنی نشانیاں بنایا —— آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام، حکمت و دانائی کی جان —— ! جامعیت کا یہ عالم کہ سمندر قطروں میں سما گئے —— ندرتِ بیان اور جدتِ کلام کی یہ کیفیت کہ فطرتِ انسانی عش عش کر اٹھی ——

"اعجازِ کلام" اور "ایجازِ کلام" کا یہ عالم کہ دماغ مسحور اور دل مسرور —— سادگی و بے ساختگی، حسنِ قدرت کی عکاس —— حسنِ بیاں اور شیریں گفتار دل کش و دلنواز —— جو ہے کھنچا چلا آرہا ہے —— بات دہنِ مبارک سے نکل رہی ہے، دلوں میں اتر رہی ہے۔ روحوں میں تیر رہی ہے، سینوں میں اُبل رہی ہے —— چمک رہی ہے، دمک رہی ہے —— !!!
فاضل مصنف پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش کا انداز بیان بڑا ہی جاں نواز ہے —— انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فصاحت و بلاغت کے ہر پہلو کو سمیٹا ہے اور آپ کے حسنِ کلام کے ہر رُخ کو دکھایا ہے —— آپ کے خطبات، مکتوبات، معاہدے، منشور، دستاویزات، صلح نامے، دعائیں، میٹھی میٹھی باتیں زندگی کی سوغاتیں —— سب ہی کچھ پیش کر دیا ہے۔ —— پھر فضاؤں میں گونجنے والی اس دلنشیں آواز اور صفحۂ قرطاس پر بکھرنے والے ان موتیوں کی اثر انگیزی کا بھی جائزہ لیا ہے
عرب کے ادیبوں، شاعروں، واعظوں، خطیبوں پر اس کے ایسے حسین اثرات مرتب ہوتے کہ ایک انقلابِ حسین آگیا !
فاضل مصنف عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہیں اور ادیب و شاعر

بھی ـــــ وہ زبان و بیان کے جادو جگاتے ہیں ـــــ جب دل سے لکھتے ہیں تو الفاظ کے فکر و خیال سے اس طرح نکلتے ہیں جیسے ٹکسال سے سِکّے ـ جیسے نظروں سے تیر ـــــ جیسے بادلوں سے پھوار ـ جیسے آفتاب سے کرنیں ـــــ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین کلام سے اپنے حسن بیان کو اس طرح سجایا ہے کہ تحریر تختۂ گل معلوم ہوتی ہے ـــــ

کتاب کیا ہے بہارِ حسن و جمال ہے ـــــ! مواد تو کوئی بھی فراہم کر سکتا ہے ـــــ مگر آپ کی زبان کہاں سے لائے گا۔

ـــــ مولیٰ تعالیٰ فاضل موصوف کے ذوق اور شوق اور عشق و مستی کو دوبالا فرمائے اور اس علمی و ادبی کاوش کو مقبول و منظور فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے

آمین

بجاہِ سیّد المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ و ازواجہٖ وَ آلہٖ و اصحابہٖ وسلّم ٥

احقر

محمّد مسعود احمد

پرنسپل، گورنمنٹ ڈگری کالج سکھّر

(سندھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اظہارِ تشکّر

بہارِ ریاضِ ثنائے نبی نے
دہن کو مرے گُل فشانی میں رکھا

خالقِ نُطق و بیان کا بے حد و حساب شکر گزار ہوں کہ اس نے احقر کو حبیبِ حق افصح الخلق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شان میں رطب اللّسان ہونے کی سعادت بخشی۔ ع

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت علاّمہ شاہ حسین گردیزی مہروی زید عنایتہم کا سپاس گزار ہوں کہ حضرت نے عنوان ہذا پر لکھنے کے لئے میری فکر کو مہمیز کیا، نیز اپنے کتب خانۂ خاص سے ضروری مواد فراہم فرمایا اور پھر اپنی نگرانی میں مجھ سے یہ کام لے لیا ——— فجزاھم اللہ احسن الجزاء ——— شکر گزار ہوں حضرت مولانا مفتی حافظ احمد میاں برکاتی مدظلہ العالی کا جنہوں نے بطور خاص سرپرستی فرماتے ہوئے مقالے پر نظرِ ثانی کی اور مفید آراء سے نوازا ——— جزاک اللہ!

دُعا گو ہوں میں اپنے داماد نورِ چشم رفیع اللہ خاں سلمہٗ کے لئے جنہوں نے دینی و تبلیغی کاموں میں میرا ہاتھ بٹایا ——— اللہ تعالیٰ انہیں بمعہ اہل و عیال ہمیشہ خوش و خرم رکھے ——— آمین

شاگردانِ عزیز محمدؐ اکرم قادری اور محمدؐ قدرت اللہ بیگ عارف زید مجدہم جو مجھے اپنے فرزندانِ عزیز ـــــ توفیق و رفیق کی طرح عزیز ہیں، دیگر تصانیف و تالیف کی طرح انہوں نے اس مقالے کی تدوین و ترتیب میں بھی مخلصانہ خدمات انجام دیں ـــــ اللہ تعالےٰ ان کے علم و عمر میں خیر و برکت عطا فرمائے ـــــ آمین!

اسی کے ساتھ میں اپنے برادرانِ نسبتی عزیزم حسین احمد خاں آفریدی اور خوشنویس شہزادہ سلیم زید مجدہم کا ممنون ہوں کہ جنہوں نے میری خانگی ذمہ داریوں میں حصہ بٹا کر، مجھے دلجمعی سے کام کرنے کے لئے ذہنی سکون بہم پہنچایا اللہ تعالےٰ ان کی زندگی کو ہمیشہ سکون و آشتی سے ہمکنار رکھے ـــــ آمین ـــــ!

حضرت مولانا محمدؐ عبداللہ عسکری رضوی زید لطفہم، ملک محمدؐ سعید صاحب مجاہد آبادی (لاہور) اور محمدؐ عبدالستار طاہر (لاہور) نے اس مقالہ کی نشر و اشاعت میں بطورِ خاص حصہ لیا ـــــ اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کے معاونین کو فلاحِ دارین عطا فرمائے اور بیش از بیش انعاماتِ عالیہ سے نوازے ـــــ آمین ـــــ ثم آمین!

اسی کے ساتھ میں اپنے محترم رفقائے کار اور محبین و محسنین خصوصاً حضرت علاّمہ شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی، علامہ ارشد القادری صاحب محترم صغیر حسن خاں زبیری وارثی، گلزار احمد صاحب دہلوی، سیٹھ محمدؐ اسلم یاسین سلمہٗ (کراچی)، حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب، حضرت مولانا محمدؐ عبدالحکیم شرف قادری صاحب، حضرت مولانا محمدؐ منشا تابش قصوری صاحب، حضرت حکیم محمدؐ موسیٰ امرتسری صاحب (لاہور) حضرت پیر سیّد محمدؐ امیر شاہ قادری گیلانی صاحب، مولانا تاج محمدؐ صدیقی صاحب (پشاور) جناب محمدؐ صادق قصوری صاحب، پروفیسر نثار احمد جان سرہندی صاحب، حکیم سید فضل الدین قادری شاذلی صاحب،

پروفیسر محمد منشی ندیم صاحب ۔ حافظ عبد الحمید صاحب ، حسن میاں سلمہ ، محمد جاوید قادری سلمہ ، ڈاکٹر عین النعیم صاحب (اٹاوہ ۔ یوپی) حضرت علامہ ظہیر الدین قادری برکاتی (کانپور) محمد عاصم جاوید قادری صاحب ، شبیر احمد ندیم صاحب ، محمد اسد اللہ رضوی قادری صاحب ، محمد رضا رضوی قادری صاحب (صادق آباد) پروفیسر راشد عزیز وارثی صاحب (جہلم) سید آل احمد رضوی صاحب (اسلام آباد)

جناب پروفیسر سرور شفقت صاحب

(حسن ابدال) جناب علامہ عبد القادر صاحب (واہ کینٹ) جناب اقبال احمد اختر القادری صاحب ، جناب زاہد القادری صاحب ، جناب محمد شریف قادری صاحب (میرپور خاص) ، جناب رئیس احمد قادری صاحب (کراچی) جناب میاں اختر علی مغل سلمہ ، میاں سرور احمد سلمہ کا میں تہ دل سے ممنون کرم ہوں جنہوں نے بڑی معاونت و ہمت افزائی فرمائی ۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ اِن سب کو اپنے سایہ عاطف میں رکھے ۔۔۔۔ آمین ۔۔۔۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ۔۔۔۔۔۔

حضرت استاذی گرامی قدر مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر مولانا محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کی بے پناہ شفقت و محبت کا ابرِ رحمت ہمہ وقت میرے قلم و قرطاس پر سایہ فگن رہا ۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کا سایہ رحمت ہم پر دائم قائم رکھے ۔ آمین ثم آمین بحق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

احقر

فیاض کاوش

صدر شعبہ اردو شاہ عبد اللطیف گورنمنٹ سائنس کالج

باب نمبرا

حسن خطابت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کہدو کہ ملک گوش بر آواز رہیں
مداحِ پیمبر کی زبان کھلتی ہے

انسانی قیادت کا راز :- تاریخ شاہد ہے کہ "انسانی قیادت" کا راز — "حسنِ خطابت" — میں پوشیدہ ہے جو بہتر طریقے سے بات سمجھا سکا، لوگوں نے اسی کو آگے بڑھایا ...... !

جس نے تقریر کا جادو جگایا — اسی کو عوام نے اپنا لیڈر بنایا!

جو بہتر طریقے سے ترجمانی کا حق ادا کرسکا، قوم نے اسی کے سر پر سربراہی کا تاج سجایا!!

غرضیکہ ارتقائے انسانیت کا قافلہ "زبان و بیان" ہی کی علمبرداری میں "فصاحت و بلاغت[1]" کے پھریرے اڑاتا — "ایجاز و اختصار" — کا پرچم لہراتا ہوا آگے بڑھتا رہا ہے!

---

[1] فصاحت :- کے معنی ہیں آسان اور واضح بات! جو روزمرّہ کے مطابق تنافرِ حروف، غرابت و نامانوس الفاظ اور لفظی و معنوی تعقید سے پاک ہو —!

"فصاحت" — کا تعلق "الفاظ" سے ہے — چنانچہ سادہ، سہل اور عام بول چال میں استعمال ہونے والے الفاظ "فصیح" کہلاتے ہیں۔ اصطلاح میں — ثقیل لفظوں اور غیر مانوس ترکیبوں سے کلام کا پاک ہونا — "فصاحت ہے"! — یعنی "خوش کلامی"، جس میں فصیح الفاظ کا استعمال لغت و قواعد اور روزمرّہ کے عین مطابق ہو۔ نیز آہنگ کا توازن اور بندش کی چستی حسنِ فصاحت کو بڑھاتی ہے —!

بلاغت :- کے معنی ہیں "مفہوم و مطلب کو جوں کا توں ادا کرنا" ———

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

"خوش کلامی" — نے ہر قوم و ملت سے خراجِ تحسین لیا ہے!
"شیریں بیانی" — نے ہر جگہ دلوں پر راج کیا ہے!!

سُنّتِ الٰہی:- اللہ تعالیٰ کی یہ سنّت رہی ہے کہ جس زمانہ میں جس چیز کا زور و شور ہوتا تھا، اسی کے مطابق اصلاحِ معاشرہ کے لئے اس دور کے پیغمبر کو معجزہ خاص عطا ہوتا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا بڑا زور تھا۔ "سحر سامری" مشہور تھا۔ چنانچہ اس دور کا جادو توڑنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو "عصائے موسوی" عطا ہوا —!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب و حکمت کا دور دورہ تھا، تو رب تعالیٰ نے آپ کو — "اعجاز مسیحائی" — سے نوازا —!!

افصح العرب:- نبیٔ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دور آیا تو دنیا حسنِ بیان سے آراستہ اور زیورِ کلام سے پیراستہ ہو چکی تھی۔ خاص طور پر عرب اپنی زبان دانی اور جادو بیانی کے سبب ساری دُنیا کو — "عجم" —

(بقیہ حاشیہ صفحہ) اصطلاح میں وہ کلام جس میں بات حسبِ حال بیان کی گئی ہو اور وہ زبان کے تمام عیوب سے پاک بھی ہو — بلیغ — کہلاتا ہے! جو کلام فصیح نہیں وہ بلیغ بھی نہیں ہو سکتا! پس معلوم ہوا کہ — جو کلام فصیح ہو، مقتضیائے حال کے مطابق ہو علوم معانی و بیان اور بدائع کی خوبیوں سے آراستہ ہو وہ کلام بلیغ کہلاتا ہے۔ فصاحت و بلاغت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اچھے کلام میں یہ دونوں خوبیاں ساتھ ساتھ موجود ہوتی ہیں۔ یعنی:

(۱) لفظوں کا مناسب ترین استعمال بھی ہوتا ہے — اور
(۲) معنی و مفہوم کی نہایت صحیح اور خوبصورت ترجمانی بھی ہوتی ہے — یہی خوبیاں — "فصاحت و بلاغت" — کہلاتی ہیں!!!

(یعنی گونگا) کہتے تھے۔ چنانچہ عربوں کی زبان و بیان کے صنم خانہ کو ڈھانے کے لئے قدرت نے ــــ "اعجازِ قرآن" ــــ سے کام لیا اور "صاحب قرآن" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ــــ فصاحت و بلاغت ــــ کے حسن و جمال سے آراستہ و پیراستہ کیا ــــ اس طرح خالقِ نطق و بیان نے اپنے نبی آخر الزّماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو سرزمینِ عرب پر ــــ "افصح العرب" ــــ بنا کر بھیجا۔ چنانچہ آپ سب سے زیادہ فصاحت و بلاغت کے مالک تھے۔

جیسا کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:۔

"جہاں تک "فصاحتِ لسانی" اور "بلاغتِ زبانی" کا تعلق ہے تو اُمّی لقب " افصح العرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم" اس میدان میں افضل ترین مقام کے مالک تھے" ــــ [1]

ے نطق کو لذّتِ بیاں دے دی
تو نے احساس کو زباں دے دی

عرب میں دو [2] قبیلے فصاحت و بلاغت میں سب سے زیادہ ممتاز تھے ــــ ایک تو ــــ "قریش" ــــ اور دوسرے ــــ "بنو سعد" ــــ ! "قریش" میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پیدا ہی ہوئے تھے اور "بنو سعد" میں پرورش پائی تھی اس لئے فصاحت و بلاغت اور خطابت آپ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی!

ــــ بنو سعد ــــ کے صحرائی ماحول میں پرورش پانے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں "زورِ کلام" اور "فطری اندازِ بیان" از خود آگیا تھا اور قریش

---

[1] حضرت علامہ قاضی عیاض مالکی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے موضوع پر نہایت خوبصورت اور بے حد پیاری کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام "الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم" ہے اس کی ایک فصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت اور جامع الکلم کے لیے مختص ہے (ج: ۱، ص ۱۷۸)

میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تھے، جس کا نتیجہ تھا کہ ــــــ فصاحت و بلاغت ــــــ کے ساتھ ــــــ "شہری اندازِ گفتگو کی شائستگی" اور ــــــ "شستہ الفاظ کی تابندگی" ــــــ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کلام میں رچ بس گئی تھی ــــــ اور سب سے بڑی بات یہ کہ ــــــ تائیدِ الٰہی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے شاملِ حال تھی ــــــ اور وحی ربانی کی غیبی امداد بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حاصل تھی، جس کا ادراک علمِ انسانی سے بعید ہے ــــــ !

الفاظ آیتیں ہیں تو فقرے ہیں سورتیں　　گویا کہ بولتا ہوا قرآن ہیں مصطفےٰ!

چنانچہ ــــــ آپ نے زبان کھولی، تو ــــــ معرفت کا نور ــــــ برسنے لگا! ــــــ آپ نے کلام فرمایا، تو ــــــ فصاحت و بلاغت ــــــ کے چشمے اُبلنے لگے!
"جلالت خطابت" ــــــ آپ پر نثار! ــــــ "طلاقت بیان" ــــــ آپ پر قربان!
"ضعف ایجاز و اختصار" ــــــ آپ کے ــــــ "وجدان" ــــــ کا صدقہ!!

"حسنِ ترکیب"[1] "وجدتِ ترتیب" ــــــ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ــــــ "افکار" ــــــ کی زکوٰۃ!!!
"منتخب حروف" ــــــ اور ــــــ "موزوں الفاظ" ــــــ غلام تھے کہ آپ

---

[1] حسنِ ترکیب: "ترکیب" ــــــ کے معنی ہیں دو چیزوں کو شامل کرنا۔ "حسنِ ترکیب" ــــــ یا دو سے زیادہ لفظوں کا خوبصورت مجموعہ!

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہا کرتے تھے!
"خوش بیانی" ـــــ اور ـــــ "شگفتہ بیانی" ـــــ کنیزیں تھیں کہ حاشیہ برداری میں آپ کے پیچھے پیچھے چلا کرتی تھیں۔!!
یہی سبب تھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) برملا فرمایا کرتے تھے:

"انا افصح العرب"[1]

(میں عرب کا فصیح ترین شخص ہوں)

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے اس قول مبارک کو نہ تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی زندگی میں کوئی جھٹلا سکا اور نہ آج تک کسی میں یہ جرأت پیدا ہو سکی؟
ظاہر ہے کہ جس کے حسنِ بیان کی خالق نطق و بیان نے خود قسم کھائی ہو، اس کے "کلامِ فصاحت نظام" کے مقابل بھلا کون آسکتا ہے؟ (الزخرف آیت نمبر ۸۸)

ـ وہ خدا نے مرتبہ تجھ کو دیا، نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی ہے شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

اعجازِ کلام:- نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت افصح العرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اعجازِ کلام نے "سخندانِ عرب" ـــ کے ـــ "علم و ادب" ـــ کی بساط ہی الٹ کر رکھ دی!
آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) نے ـــ "توحید" ـــ کا وہ نغمۂ جانفزا چھیڑا کہ عرب کی ـــ مردہ روایات ـــ کا جنازہ نکل گیا!! کفار کے ـــ "فرسودہ اعتقادات" ـــ ماضی کے تاریک غاروں میں دفن ہو کر رہ گئے!!!
آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی ـــ "صوتِ سرمدی" ـــ سے ـــ "زبان

---

[1] علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ: الشفاء ج:۱، ص: ۸۷

کے جادوگرداں" —— اور "بیاں کے سامریوں" کا طلسم ہوشربا ٹوٹا!

> نغمۂ حق ہوا اُدھر تیرے رباب سے بلند
> رُک گئے دفعتاً اِدھر ساز و نوائے کافری

حضرت افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلّم کو فصاحت و بلاغت کی وہ بلندیاں عطا کی گئیں تھیں کہ ان کے آگے فن و ادب کی کوئی معراجِ کمال باقی نہ رہی!

> عرش تک تو خیالوں نے سمجھا انہیں
> ختم آگے تخیّل کی حد ہو گئی!

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی زبانِ حق بیان میں وہ تاثیر تھی کہ اُدھر دہنِ مبارک سے کوئی کلمۂ حق نکلا اور اِدھر کئی دشمنِ جانی نورِ ایمانی سے سرفراز ہو کر ہمیشہ کے لئے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے بے دام غلام بنے۔ چنانچہ احادیث مبارک میں یہ بات تواتر سے آئی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) نہایت —— "شیریں زبان" —— اور "فصیح بیان" —— تھے۔ جو کوئی آپ کا کلام سنتا دیوانہ ہو جاتا۔

> تاثیرِ برقِ حسن جو اُن کے سخن میں تھی
> اِک لرزشِ خفی مرے سارے بدن میں تھی

چنانچہ ایک موقع پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) نے کفّارِ مکہ کے سامنے —— "سورہ والنجم" —— تلاوت کی —— ابھی آپ نے اس پر چند لفظ ہی ادا فرمائے تھے کہ "چمک کے ابر سے عالم پہ گر پڑی بجلی" سننے والے اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے —— بیساختہ سجدے میں گر پڑے!

> وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
> عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

انہی —— عرفانی تجلیات —— اور —— نورانی واردات —— کے
سبب سیہ بخت کفار آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھ کر، اپنے کانوں میں روئی
ٹھونس لیا کرتے تھے کہ کہیں نبیِ اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کی آوازِ حق ان کے محروم
کانوں میں نہ جا پڑے! —— اور کہیں اُسے سُن کر اثر و تاثیر کی نورانی بجلیاں
ان کے تاریک دِلوں پر نہ ٹوٹ پڑیں!! —— اور پھر امر واقعہ بھی یہی
تھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مواعظِ حسنہ کے مسحور کن انداز میں ——
تجلیاتِ الٰہی کی بجلیاں کوندا کرتی تھیں! —— غرضیکہ ——

ایک اُمی لقب کے دم سے ہیں
فہم و عقل و شعور کے جلوے

بقول حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ایک دن حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:۔

"اے لوگو! جو میں جانتا ہوں اگر تم وہ جانتے تو ہنستے کم اور
روتے زیادہ۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جملہ کچھ ایسے کرب سے فرمایا کہ اس
کی اثر انگیزی سے لوگوں کی حالت غیر ہو گئی وہ منہ پہ کپڑے ڈال کر بے اختیار
رونے لگے! —— !! —— !!!

حسبِ حال گفتگو

حسبِ حال گفتگو:۔ حضور افصح الخلق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ
حسبِ حال گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ہر شخص سے اس کے ذہن کے مطابق
بات کرتے تھے اور اپنے صحابہ کرام کو بھی یہی ہدایت فرماتے تھے۔ زبانِ نبوت
کا یہ اعجاز تھا کہ سب کچھ بروقت فطری انداز میں بے تکلفانہ ادا ہوتا چلا

جاتا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے کلام میں آمد ہی آمد تھی[1] آورد ——— کا نام تک نہ تھا! موقع ومحل سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی بات کو مؤثر بنانے کا فن آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کو خوب آتا تھا! چنانچہ ایک موقع پر وعظ فرماتے ہوئے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی نگاہِ معرفت اچانک ڈوبتے ہوئے سورج پر جا پڑی ——— سورج کے پیلے چہرے کو دیکھ کر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) نے عجب دلدوز انداز میں فرمایا:[2] "دُنیا کی گذشتہ عمر کے مقابلے میں اب اس کی عمر کا اسی قدر حصّہ باقی رہ گیا ہے جتنا آج کے دن کا سورج اور اس کے غروب ہونے کا وقفہ" ——— ! یہ سن کر لوگوں پر رقت طاری ہوگئی! ——— دل آخرت کے تصوّر سے لرزنے لگا ——— !! قربِ قیامت کا احساس بیدار ہوگیا ——— !!!

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ازواجِ مطہرات آپ کے شریکِ سفر تھیں ——— عرب کا لق ودق صحرا تھا ——— حُدی خواں نے اونٹوں کو تیز دوڑانا شروع کیا تو مستورات بیقرار ہونے لگیں! ——— اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی زبانِ مبارک سے بیساختہ یہ خوبصورت جملہ نکلا:

رُوَيْدَكَ رِفْقًا بِالْقَوَارِيْرِ ؏[3]

ترجمہ: (آہستہ چلو، ساتھ نازک (شیشے کے) آبگینے بھی ہیں)

---

[1] آمد: وہ کلام ہے جو بیساختہ کہا گیا ہو جس میں کسی قسم کی بناوٹ یا تکلّف کا اظہار نہ ہو۔

آورد:۔ وہ کلام جو غور وفکر اور کوشش کے بعد موزوں کیا جاتا ہے، مگر اس طرح اس پر تصنع کا رنگ غالب آجاتا ہے جو سچے جذبات اور حقیقی رنگ سے خالی ہوتا ہے، اسی لیئے یہ ایک طرح کا عیب گردانا جاتا ہے۔

[2] امام ابوعیسیٰ محمّد بن عیسیٰؒ: "ترمذی شریف" بروایت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[3] امام الادب العربی ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ: البیان والتبیین، ج ۲-ص ۱۶۰

یہ حدیث شریف کیا ہے، سراسر ادبیت ہی ادبیت ہے! خصوصاً "قواریر" — کا لفظ حدیث شریف کی جان ہے۔ اس میں جو بلیغ "کنایہ" ہے اس کی تعریف سے زبان عاجز ہے۔!

صنفِ نازک کو — "شیشے" — سے تشبیہہ دینا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہی کا طرۂ امتیاز ہے! — خواتین کی اس سے خوبصورت تعبیر تو آج تک کوئی بڑے سے بڑا شاعر و ادیب بھی نہ پیش کر سکا! حقیقت یہ ہے کہ ساری کی ساری ادبیّت و بلاغت اس مختصر سی حدیث شریف کے اندر سمٹ آئی ہے — اور لطف یہ کہ یہاں حقیقی اور مجازی دونوں معانی کی گنجائش موجود ہے! — سبحان اللہ! سبحان اللہ!

؎ تم جو گویا ہوئے تو پھول جھڑے
غنچہ سے منہ میں رنگ لائی بات

کلام و بیان میں میانہ روی:- حضرت افصح الخلق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے کلامِ فصاحت نظام میں — درمیانہ روش — اختیار فرماتے تھے۔ ہمیشہ — اعتدال — سے کام لیتے تھے اور — میانہ روی — کا دامن کبھی نہ چھوڑتے تھے — ہمیشہ حسبِ موقع اور بقدرِ ضرورت کلام فرماتے تھے — اور وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ — اپنی گفتگو میں نہایت — "موزوں الفاظ" — اور جچا تلا مگر نہایت "مؤثر انداز" — اختیار فرماتے تھے! بقول امِ معبد رضی اللہ عنہا:

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نہ تو — کثیر الکلام — تھے اور نہ ہی — قلیل الکلام — بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ہر بات بڑی واضح ہوا کرتی تھی!" [1]

---

[1] علاّمہ قاضی عیاض مالکی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ: الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰے

غرضیکہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کلام میں الفاظ ضرورت سے کم ہوتے تھے اور نہ ضرورت سے زیادہ! جیساکہ ترمذی شریف میں ہے کہ:-

"آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کلام میں نہ تو ـــــ سست روی ـــــ ہوتی تھی اور نہ ہی ـــــ جلد بازی ـــــ بلکہ ـــــ "الفاظ و معانی کا حسین توازن" ـــــ ہوتا تھا" [1]

اسی کے ساتھ :- آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سب سے زیادہ ـــــ "فصیح اللسان" ـــــ "واضح البیان" ـــــ اور "مختصر الکلام" ـــــ تھے۔
آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے الفاظ سب سے زیادہ وزنی ہوتے تھے اور معانی بھی سب سے زیادہ وسیع ہوتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ـــــ "فصاحت" ـــــ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی فطرت کی غماز تھی ـــــ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ـــــ "بلاغت" ـــــ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جبلت کی دمساز تھی!
ـــــ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے انداز تکلم میں نہ تو ـــــ بے جا تکلف کا ـــــ عیب ـــــ نظر آتا تھا۔ اور نہ ہی اس میں ـــــ زبردستی کی لفاظی کا خلل ـــــ دکھائی دیتا تھا" ـــــ! [2]

اگرچہ کبھی کبھی کسی خاص موقع پر آپ اپنے خطبے کو طویل بھی کر دیا کرتے تھے مگر یہ طول لوگوں کی بیزاری کا باعث کبھی نہ بنا اور نہ ہی کبھی کوئی بات ضرورت سے زائد محسوس کی گئی کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ـــــ "باتونی پن" ـــــ کو بہر حال ناپسند فرماتے تھے جیساکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :-

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ : ترمذی شریف ؛ باب الدعوات ، ص ۱۹۲

[2] علامہ ابوالحسن الماوردی : اعلام النبوۃ ، ص ۱۰۰

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یونہی باتوں میں نہیں لگے رہتے تھے جیسے تم لوگ باتیں کرتے چلے جاتے ہو۔"[1]

نیز بقول حضرت ہند ابی ہالہؓ :۔

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام —— جوامع الکلم —— پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس میں نہ تو فالتو بات ہوتی تھی اور نہ ہی کسی کمی یا کوتاہی کا احساس ہوتا تھا۔"[2] نہ کبھی آپ نے بازاری زبان بولی، نہ کبھی کوئی گھٹیا لفظ استعمال کیا نہ کبھی تصنع برتا اور نہ بناوٹ سے کام لیا —— ! بلکہ :۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کلام —— "بناوٹ سے خالی" —— "تکلف سے پاک" "تفصیل کی جگہ تفصیل" —— "اختصار کی جگہ اختصار" —— گویا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کلام مقتضائے حال کے عین مطابق ہوتا تھا۔"[3]

سیدھی سیدھی روش پہ کروڑوں درود

سادی سادی طبیعت پہ لاکھوں سلام

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں جو شخص بھی اچھی بات کہتا، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کی تحسین فرماتے ! —— اگر کسی کی گفتگو نامناسب ہوتی تو اشارے کنائے سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرما دیتے !! —— دورانِ گفتگو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کسی کی بات نہیں کاٹتے اور اگر کوئی دوسرا کسی کی بات کاٹتا تو اس کو بھی ناپسند فرماتے !!! —— صحابہ کرام کو اس بات کی سخت تاکید تھی کہ کسی کی شکایت یا عیب جوئی نہ کریں —— آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے تھے کہ

۱ے حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد امام غزالی : "احیاء العلوم الدین"۔

۲ے امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ : شمائل ترمذی شریف، باب ماجاء فی بیان المزاج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٥

۳ے [illegible]

"میں چاہتا ہوں کہ جب دُنیا سے جاؤں تو سب کی طرف سے صاف جاؤں۔"

غرضیکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرزِ کلام، تکلّف سے پاک اور آپ کا اندازِ بیان، تصنع سے آزاد تھا! —— نازک سے نازک معانی کو بیان کرنے کے لئے نہایت سادہ و سلیس مگر پُرکشش اسلوب لفظی اختیار فرماتے تھے۔ دقیق سے دقیق مطالب کو بڑی روانی سے دلپذیر انداز میں بیان کرتے چلے جاتے جسے سُن کر روح وجد کرنے لگتی اور دِل جھوم جھوم جاتے!

ع "گفتگو خوشبو کے لہجہ میں سکھائی آپ نے"

دراصل —— فصاحت و بلاغت —— کلام کی خوبیاں ہیں —— اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبیوں کا کلام زبان و بیان کی خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ ہوتا تھا۔ مگر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وصفِ خاص بدرجۂ اولیٰ عطا ہوا تھا —— !

ے الفاظ آیتیں ہیں تو فقرے ہیں سورتیں
گویا کہ بولتا ہوا قرآں ہیں مصطفےٰ!

حُسنِ بیان:۔ حضور افصح الخلق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی بات پر زور دینا چاہتے تو ٹیک سے اُٹھ کر سیدھے بیٹھ جاتے —— اور خاص خاص جملوں کو بار بار دہراتے تھے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام بلاغت نظام کا ادبی معیار جہاں انتہائی بلند تھا وہیں اس میں عام فہم سادگی بھی پائی جاتی تھی۔ بہت سے مروجہ ثقیل الفاظ کو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی ترک فرما دیا تھا ——

لے "کلام" —— "بامعنی الفاظ" کا ایسا مجموعہ ہے جس میں —— "بیان کا سلیقہ ہو"۔

فرسودہ اسالیب کو چھوڑ کر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی ایک نئی زبان اختراع کرلی تھی اور اپنا ایک نیا انداز وضع فرمایا تھا جسے سن کر آدمی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا — !

چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ قبیلہ بنو نہد کے کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لئے آئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے معمول کے مطابق اُن سے بڑے پیار سے نہایت شیریں گفتگو فرمائی۔ آپ کے حسنِ کلام سے متاثر ہو کر وہ لوگ کہنے لگے کہ :۔ اے اللہ کے رسول ! —— ہم اور آپ ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں —— ہم نے ایک ہی جگہ پرورش پائی ہے —— پھر کیا بات ہے کہ آپ ایسی خوبصورت عربی میں گفتگو فرماتے ہیں کہ جس کی لطافتوں کو ہم لوگ نہیں پہنچ سکتے —— ! اس پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا : ——

"ان اللہ عزوجل ادبنی فاحسن ادبی"

(ترجمہ : میری لسانی تربیت تو خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اور اسی نے میرے ذوقِ ادب کو خوشتر بنا دیا ہے۔") [1]

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ —— عمیر بن عتبہ نے حضور افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ باتیں معلوم کیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوٹے چھوٹے جملوں میں بڑے خوبصورت جوابات عطا فرمائے۔ جن کی فصاحت و بلاغت سرشار کئے دیتی ہے۔ اس حسنِ اختصار اور کمالِ جامعیت کو آپ بھی ملاحظہ فرمایئے :

- اس (دعوت اسلام) کے کام میں کون آپ کے ساتھ تھا؟ ——

—— آپ نے جواب عطا فرمایا : ——

---

[1] علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی : المواہب اللدنیہ ج ۱ ، ص : ۲۵۶

- ——— ایک مردِ آزاد (یعنی صدیق اکبر) اور ایک غلام (یعنی حضرت بلال)
- ——— کیسا ایمان (افضل) ہے؟
- ——— جس کے ساتھ "حسنِ اخلاق" پایا جائے۔
- ——— کیسی نماز (افضل) ہے؟
- ——— جس میں دیر تک عاجزی سے قیام کیا جائے۔
- ——— کیسی ہجرت افضل ہے؟
- ——— ایسی کہ جس میں ان چیزوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں ———!
- ——— کونسا وقت (عبادت کے لئے) سب سے بہتر ہے؟
- ——— رات کا پچھلا پہر ———!

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے مسلک کی وضاحت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:-

المعرفۃ راس مالی ——— والعقل اصل دینی ——— والحب اساسی
عرفان میرا سرمایہ ہے ——— عقل میرے دین کی اصل ہے ——— محبت میری بنیاد ہے

والشوق مرکبی ——— وذکر اللہ انیسی ——— الثقۃ کنزی
شوق میری سواری ہے ——— ذکرِ الٰہی میرا مونس ہے ——— اعتماد میرا خزانہ ہے

والحزن رفیقی ——— والعلم سلاحی ——— والصبر ردائی
غم میرا ساتھی ہے ——— علم میرا ہتھیار ہے ——— صبر میرا لباس ہے

والرضا غنیمتی ——— والعجز فخری ——— والذھد حرفتی
خدا کی رضا میری غنیمت ہے ——— عاجزی میرا فخر ہے ——— زہد میرا پیشہ ہے

والیقین قوتی ——— والصدق شفیعی ——— والطاعۃ حسبی

یقین میری طاقت ہے ——— صدق میرا سفارشی ہے ——— طاقت میری ڈھال ہے

والجھاد خلقی ——— وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ ○ ———

جہاد میرا کردار ہے ——— اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔[1]

آپ کے اس مختصر، جامع اور فصیح جواب نے آپ کی سیرت و کردار کی مکمل تصویر کھینچ کر رکھدی ہے۔ آپ کے مختصر جوابات انسانی کلام کی تاریخ میں کسی معجزے سے کم نہیں!!!

غرضیکہ حسن تمثیل کی بے شمار زریں مثالیں آپ کے کلام میں بکھری پڑی ہیں۔ وقتاً فوقتاً جن کی مدد سے آپ نے نہایت دقیق مسائل سیدھے سادے بدوؤں کو بڑی خوبصورتی سے ذہن نشین کرا دیئے۔ چنانچہ نبیِ اُمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور علم کی جو دولت عطا فرمائی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کسی زمین پر موسلادھار بارش ہو اور اس زمین کا زرخیز قطعہ بارش کے پانی کو خوب جذب کرلے، جس سے مرجھایا ہوا سبزہ ترو تازہ ہو جائے اور نئی نئی بوٹیاں نکل آئیں پھر زمین کے کچھ نشیب اور سخت حصے نے پانی کو اپنے اندر جمع کر لیا ہو اور وہ لوگوں کے لئے نفع بخش ثابت ہو، لوگ اسے پئیں پلائیں اور کھیتوں کو سیراب کریں۔ پھر یہ پانی ایک اور قطعہ پر برسا ہو جو چٹیل میدان تھا چنانچہ نہ اس نے پانی جمع کر رکھا اور نہ جذب کر کے کچھ اُگایا، پس اس میں ایک مثال تو ان لوگوں کی ہے جنہوں نے خود علمِ دین حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا، اس طرح میری ہدایت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ——— دوسری مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے میرے ذریعہ بھیجی ہوئی اللہ کی اس ہدایت کو قبول

---

[1] علامہ قاضی عیاض مالکی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ: الشفاء۔ بروایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کیا ہو اور میری دعوت کا کوئی اثر نہ لیا ہو۔"

غرضیکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا خطاب لاجواب قرآن کے اس قول کے عین مطابق ہوا کرتا تھا کہ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ٥ (یعنی اے میرے حبیب! آپ لوگوں کو حسنِ تکلّم سے خطاب فرمایا کریں۔)

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زبان کبھی نسیم سحری کی طرح چلتی —— کبھی آپ کا بیان آبِ جو کی طرح رواں ہوتا —— اور کبھی آپ کی خطابت شمشیرِ برّاں کی طرح چمکتی —— !!!

گردنِ آفاق میں ہیں تختیاں ہر سانس کی
ترجمہ ہر اک ادا کا نطقِ قرآنی کرے

پھر بھی آپ وعظ و تقریر کی کثرت سے پرہیز کیا کرتے تھے۔ معاشرے کی ضروریات کو دیکھ کر مخاطبین کے ظرف کے مطابق اعتدال سے قوتِ خطابت کا استعمال فرماتے تھے —— !

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب کبھی مسجد میں خطاب فرماتے تو اپنی چھڑی مبارک کا سہارا لیتے۔ میدانِ جنگ میں تقریر فرمانا ہوتی تو اپنی کمان پر ٹیک لگاتے اور کبھی کبھار اپنی سواری پر سے بھی خطاب فرمایا کرتے تھے۔ !!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر —— دورانِ وعظ دائیں بائیں جھوم جھوم جاتا —— آپ اپنے ہاتھوں کو حسبِ ضرورت حرکت دیتے —— آپ کے لہجے اور چہرے سے دلی جذبات جھلکتے، جن کے اثر سے سامعین سرشار ہو جاتے۔ !!!

شیریں آواز :۔ "خطابت" میں آواز کو بڑا دخل ہے خطیب

کے لئے خوش آواز ہونا بے حد اثر انگیز ہوتا ہے —— چنانچہ خالقِ نطق و بیان نے آپ کو "شیریں سخن" کے ساتھ ساتھ —— "شیریں آواز" —— بھی عطا فرمائی تھی —— آپ لب کشا ہوتے تو ہوائیں مشکبار ہو جائیں! —— حمد خواں ہوتے تو فضائیں سرشار ہو جاتیں!! —— قدرت نے آپ کے لب و لہجہ میں مٹھاس گھولدی تھی —— آپ کے میٹھے بول سُن کر دشمن دوست بن جاتے —— دوست قربان ہو جاتے —— !!!

ے
میٹھے بول اُس غنچہ دہن کے
گلشن گلشن مہکنے والے

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں :-

"اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو "حسن صورت" کے ساتھ —— حسن صوت —— یعنی شیریں آواز سے بھی نوازا تھا —— آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم "جمیل الصوت" (یعنی خوش آواز) بھی تھے اور —— "جہیر الصوت —— (یعنی بلند آواز) بھی تھے —— !![1]

حضرت معبد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :-

"میں نے کسی کو حضور علیہ السّلام سے زیادہ —— خوش آواز —— نہیں دیکھا —— آپ کی آواز میں دل نشیں بلندی تھی جو نزدیک و دور سے یکساں سُنی جا سکتی تھی"۔[2]

—— "تری آواز مکّے اور مدینے"

---

[1] ابنِ سعد : طبقات ابن سعد، ج : ۱، ص : ۳۷۶

[2] علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ : الشفاء، ج : ۲، ص : ۷۸

نورانی تبسم :-

غنچے تری غنچہ دہنی کو نہیں پاتے
ہنستے ہیں مگر تیری ہنسی کو نہیں پاتے

حبیبِ حق افصح الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کا گلزارِ تکلم، گلہائے تبسم سے مہکتا رہتا تھا۔ لبوں پر ہر وقت تبسم کھیلتا رہتا تھا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ :-

"میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو مسکراتے نہیں دیکھا"

ہونٹوں پہ مسکراتا ہوا پہلی شب کا چاند
تابانی و ضیائے فراواں لئے ہوئے

یہ مسکراہٹ حضور کی سنجیدگی کو خشونت نہیں بننے دیتی تھی اور صحابہ کیلئے یہ مسکراہٹ وجہ جاذبیت تھی —— مسکراتے ہونٹوں سے جو بات نکلتی اسے سُن کر دل کی کلی کھِل جاتی —— زندگی گل و گلزار بن جاتی ——!

یوں مسکرائے جان سی کلیوں میں پڑ گئی
یوں لب کُشا ہوئے کہ گلستاں بنا دیا

تصنّع سے اجتناب :-

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کرام کو فطری طور پر —— قلبِ مطمئنہ عطا ہوتا تھا چنانچہ وہ نازک سے نازک موقع پر گھبراتے، کتراتے یا ڈگمگاتے نہیں تھے بلکہ اپنے حواس پر پورا پورا قابو رکھتے تھے اور پھر کامیاب خطیب بھی وہی ہوتا ہے جو فطری طور پر حوصلہ مند ہو اور اپنے حواس پر پورا پورا قابو رکھتا ہو —— لیکن —— جاہلی عرب میں

خطیب کے لئے قوی دلائل کے ساتھ، اپنے مدِ مقابل پر چھا جانے کی صلاحیت کو بھی کامیابی کی دلیل سمجھا جاتا تھا — چنانچہ — کاہنوں کی طرح — مسجع و مقفیٰ لفاظی — زبان درازی — باچھیں کھول کر — گلا پھاڑ کر تقریر کرنا، تکلف اور تصنع سے کام لینا — بات کا بتنگڑ بنانا — عربوں کا طرۂ امتیاز تھا! — جب کہ افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم فطری طور پر ان باتوں کو قطعی ناپسند فرماتے تھے — اور فرماتے تھے :-

— "اللہ تعالیٰ کو وہ بلیغ خطیب قطعی ناپسند ہے جو اپنی زبان سے گائے کی طرح چرتا ہے"۔[1] واقعی سے

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے گہر سے کہ صدف سے

حقیقت یہ ہے کہ :-

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے — "محض بات بڑھانے" — یا — "طویل گفتگو پر اپنی قدرت دکھانے" کے لئے کبھی کوئی خطبہ نہ دیا۔ آپ کے خطبے — "بے جا بناوٹ" "تکلف" — اور — تصنع — سے یکسر پاک ہوا کرتے تھے — آپ کا کلام — "ہمیشہ صاف سادہ اور بیساختہ" — ہوتا تھا، جس میں — "ترتیب اور سلیقہ" — نمایاں ہوا کرتا تھا۔"[2]

ہر چند کہ آپ نے فصاحت و بلاغت اور خطیبانہ صلاحیت کو قابلِ ستائش قرار دیا، لیکن ساتھ ہی لفاظی، بیہودہ گوئی اور مبالغہ آرائی کو ناپسند فرمایا۔

---

[1] امام الادب العربی ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ : البیان والتبیین ج : ۱، ص : ۱۹۴

[2] ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل : بخاری شریف، کتاب العلم، ص : ۱۰۲

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ایسے کلام کو کبھی گوارہ ہی نہیں فرماتے تھے جس میں ـــــ "بے جا نمائش" ـــــ "شہرت کی خواہش" یا "تکبّر کی نمود" ہو۔

چنانچہ مخبرِ حق، افصح الخلق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ـــــ ایک دوسرے کو جھٹلانے ـــــ ایک دوسرے پر غالب آنے ـــــ جھگڑنے اور مقابلہ کرنے کے لئے ـــــ خطابت کا استعمال قطعی ممنوع قرار دے دیا۔[1]

سکھائے آپ نے آدابِ گفتگو سب کو
زبان کو لوچ تو لہجے کو نغمگی بخشی

سادگی وصفائی

:۔ کلامِ نبوت کا ادبی معیار جہاں انتہائی اعلیٰ تھا وہاں اس میں ـــــ "عام فہم سادگی" ـــــ بھی پائی جاتی تھی۔ جیساکہ آپ کے لئے ارشادِ الٰہی ہے:۔ "قولوا للناس حسنا" اے میرے حبیب آپ لوگوں کو حسنِ تکلّم سے خطاب فرمایئے! ـــــ چنانچہ آپ کا حسنِ کلام، سادگی کی شان لئے ہوئے تھا! اس میں ہر جگہ سادگی و پرکاری کی جلوہ گری تھی! آپ کی ہر بات صاف، سادہ اور انتہائی جامع ہوتی تھی ـــــ جس میں الفاظ کم اور معانی زیادہ ہوتے تھے ـــــ اور اس پر لطف یہ کہ بات اس قدر عام فہم ہوتی تھی کہ ہر دل میں اترتی چلی جاتی تھی! ـــــ اندازِ بیان ایسا مدلّل ہوتا تھا کہ ہر سطح ذہن کا انسان سمجھتا چلا جاتا تھا، بالکل اسی طرح جس طرح کہ آپ کے لئے فرمانِ الٰہی ہے:۔

وعظهم وقل لهم فی انفسهم قولاً بليغا ٥ (النساء ۴/۱۶۳)

(ترجمہ: اے میرے حبیب! آپ انہیں ایسا وعظ فرمایئے جو ان کے دلوں میں اتر جائے۔)

---

[1] امام الادب العربی علامہ ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ: البیان والتبیین ج: ۱ ص: ۲۷۳

چنانچہ فرمانِ الٰہی کے عین مطابق :۔

"آپ" —— "ناشائستہ الفاظ" —— سے پرہیز اور —— متبذل کلام —— سے گریز فرماتے تھے ! —— آپ کے کلام کی تاثیر سے دل کھنچے چلے آتے تھے —— !! —— لب و لہجہ کی مٹھاس سے لوگ فریفتہ ہوجاتے تھے —— " !!! [1]

ؔ
خود بتوں نے بھی کلمہ پڑھا ہے
تیری تبلیغ کی دلکشی سے

حضرت امام بخاری اور امام ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی آپ کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے :۔ "حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام صاف و سادہ اور بیساختہ ہوتا تھا جس میں حُسنِ ترتیب اور خوش سلیقگی نمایاں ہوتی تھی :" !! [2]

غرضیکہ آپ کی زبانِ حق و بیان سے کبھی کوئی "ناموزوں" اور "بدالفظ" نہیں سُنا گیا —— اور نہ ہی آپ کے طرزِ بیان میں کبھی کوئی عبارت ڈھیلی اور بے ڈول نظر آئی ۔

ؔ
بصیرتوں کا مرقع رہا وہ "اُمّی" —— لقب
کھُلی کتاب ہے وہ اب بھی آدمی کیلئے

بے عیب فصاحت بے داغ بلاغت :۔

ؔ
ایسے تھے آپ اُمّی ، جس دم زباں کھولی
دم بھر میں بے زباں تھے سارے زباں ور اے

---

[1] علامہ مصطفےٰ صادق الرافعی : اعجاز القرآن ، باب بلاغت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ص : ۱۹۰

[2] ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری : بخاری شریف ، کتاب العلم ، ص : ۱۰۱

نبیِؐ اُمیؐ افصح العرب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کا ظہورِ مسعود جس دورِ زبوں میں ہوا وہ ــــــ "جادو بیاں شاعروں" ــــــ اور ــــــ "فصیح البیان ادیبوں" ــــــ کا دور تھا ــــــ!

فصحائے عرب کو اپنے آگے ساری دُنیا گونگی نظر آتی تھی! ــــــ اور واقعی بات بھی یہی تھی!! ــــــ ان کی "طلاقتِ لسانی" اور زورِ بیانی" کے مقابلے میں کسی کو لب کشائی کی جرأت نہ ہوتی تھی!!! ــــــ اُسی قوم میں اللہ تعالیٰ نے نبیِؐ اُمیؐ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کو ــــــ "افصح العرب" ــــــ بنا کر بھیجا اور معجزے کے طور پر آپ کو فصاحت و بلاغت کا لازوال شاہکار ــــــ قرآنِ پاک ــــــ عطا فرمایا! ــــــ

آپ کا لب چومنے کے واسطے نازل ہوئیں
آیتیں قرآن کی، یا رحمۃ اللعالمین

چنانچہ کلامِ ربّ العالمین، بزبانِ رحمۃ اللعالمین سُن کر فصحائے عرب گونگے ہوگئے ــــــ زبان دان بے زبان ہوکر رہ گئے! ــــــ بڑے بڑے فصیح البیان شاعر جنہیں اپنی قادر الکلامی پر ناز تھا ــــــ وقت کے بڑے بڑے کاہن، ــــــ "سحر البیانی" ــــــ جن کا طرۂ امتیاز تھا ــــــ ششدر و حیران تھے!! ــــــ سب کی زبان گنگ اور ناطقہ بند تھا ــــــ!!

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے، فصحائے عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

چنانچہ سارے عرب کے کسی بڑے سے بڑے شاعر و ادیب کو آپ کے وعظ و نصیحت زبان و بیان پر حرف گیری کی جرأت نہ ہوسکی۔ بقول علامہ جاحظؒ:-

"آپ کے دشمنوں میں سے کوئی آپ کی فصاحت و بلاغت میں کسی قسم کا

عیب نہ نکال سکا!

جی ہاں! ــــ اگر وہ لوگ کوئی غلط بات دیکھتے تو اپنی مجلسوں میں ضرور اسے بطور دلیل پیش کرتے ــــ اور اپنی خلوتوں میں اس سے متعلق سرگوشیاں کرتے ــــ ان کے شعراء اس کا تذکرہ کئے بغیر نہ رہتے![1] ــــ مگر ــــ

؎ دل اُن کا جو ہے مخزنِ سرِّ غیب
ہرّا خطا سے ہے بے شک و ریب (مولوی اسمٰعیل دہلوی)

گویا خالقِ کون و مکاں نے ــــ حسنِ بیان و رعنائی زبان ــــ کے سارے دریچے پیغمبرِ عرب و عجم کی فکرِ رسا و جودتِ طبع کے لئے کھول دیئے تھے! ــــ مالکِ نطق و بیان کی رحمتِ کاملہ سے نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے فصاحت و بلاغت کے سارے مراحل طے کر لئے تھے!!!

؎ شرف صرف اسلام کو ہے یہ حاصل
کہ جس کا نبی ہر صفت میں ہے کامل

بے مثل حکمت و دانائی

:- اللہ تعالیٰ نے آپ کو پاکیزگیٔ احساس، فکرِ رسا، جودتِ طبع، تیزیٔ ذہن، زبان پر پورا پورا قابو، بیان پر کامل قدرت عطا فرمائی تھی ۔ اعانتِ وحی کے سبب آپؐ کی ذات میں وہ صلاحیتیں جمع ہو گئی تھیں جو آپ کے سوا کسی دوسرے میں نہیں پائی جاتی تھیں ۔ آپ جب کلام فرماتے تو حکمت و دانش کے موتی برستے ــــ آپ جب بیان فرماتے تو علم و عرفان کے چشمے اُبلتے ــــ!!

اور ایسا کیوں نہ ہوتا، کہ مالکِ نطق و بیان نے حضرت افصح العرب صلی اللہ

---

[1] ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ : البیان والتبیین ، ج : ۲ ، ص ۲۸

علیہ و آلہٖ وسلّم کو جب تبلیغِ اسلام کا مقدس فریضہ سونپا تو ـــــ فصاحت و بلاغت ـــ کے ساتھ ـــــ "حکمت و دانائی" ـــــ بھی عطا فرمائی ـــ! ـــــ "شیرینیٔ گفتار" ـــ کے ساتھ ـــــ "حُسنِ استدلال" ـــــ کا کمالِ لازوال بھی بخشا ـــ!! صاحبِ قرآن ـــ کے اِس وصفِ خاص کو خود قرآن نے سراہا ہے ـــــ جی ہاں!

دیکھیے:- (سورۃ النساء آیت ۱۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب و حکمت اتاری

؎ وہ دہن جس کی ہر بات وحیٔ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

غرضیکہ کلامِ نبوّت سے زیادہ پُراثر و دل نشیں، حکمت و دانش سے آراستہ و پیراستہ اور اپنے مقصود و مطلوب کو کھول کر بوضاحت بیان کرنے والا کوئی کلام کبھی نہیں سُنا گیا ـــــ!

؎ تیرے سب **حرف**
اُجلے ستاروں کی تحریر بن کر چمکتے رہے
شب نگاروں پہ کرنوں کے طائر جھپٹتے رہے
تیری گویائی
تازہ گلابوں کی خوشبو
اور شعورِ سماعت سے
پتھر کا سینہ دھڑکنے لگا
تیرا لہجہ تھا یا چاہتوں کی صدا

باب نمبر ۲

نُدرتِ کلاَم
و
جدّتِ بیاَن

قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ ؕ

(انہوں نے اپنے ربّ کے پیغام پوری طرح پہنچا دیئے ہیں)

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خُدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

ندرتِ کلام و جدّتِ بیان

حضرت افصح الخلق صلی اللہ علیہ وسلّم کی فصاحت ــــ "آورد" ــــ کا نام تک نہ تھا بلکہ اس میں ــــ "آمد ہی آمد" ــــ تھی جو ــــ "الہام" ــــ سے مشابہ تھی اور پھر اس کے لئے آپ کوئی اہتمام بھی نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ کی زبانِ مبارک پر الفاظ و معنی از خود رواں ہو جاتے تھے اور وہ بھی اس خوبی کے ساتھ کہ جو لفظ بھی آپ کی زبان مبارک سے نکلتا وہ محاسنِ سخن کا امتیازی نشان بن جاتا، جس سے زبان کے ذخیرے میں اضافہ ہوتا اور اس سے ادب کا مرتبہ بلند ہو جاتا۔ آپ کی اس "روحانی بلاغت" ــــ اور ــــ "الہامی فصاحت" کا عربی زبان پر احسانِ عظیم ہے!

نگارِ من کہ بمکتب نہ رفت و خط نہ نوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

(ترجمہ:۔ میرا محبوب جو کبھی نہ مکتب گیا اور نہ کسی سے اس نے لکھنا سیکھا مگر وہ اپنے (غیبی) اشاروں سے سینکڑوں مدرسوں کا معلّم بن گیا)

چنانچہ ادب پر اس کے دیرپا خوشگوار اثرات مرتسم ہوئے ــــ!!!

اس طرح آپ نے تبلیغِ دین کی ترویج و اشاعت کے لیے خود اپنی ایک مخصوص زبان ــــ وضع کر لی تھی ــــ اپنا خود کا خاص اسلوب ڈھال لیا تھا ــــ اور ایک نیا طرز ایجاد فرما لیا تھا ــــ!!!

چنانچہ حضور کے ایک مشہور قول : اَلْحَرْبُ خَدْعَۃٌ (یعنی جنگ چالوں سے لڑی جاتی ہے) ـــــ پر بحث کرتے ہوئے "ثعلب" کا کہنا ہے کہ ـــــ "ھِیَ لُغَۃُ النَّبِیِّ" ـــــ یعنی : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ "خصوصی زبان" ہے! جس کا کوئی جواب نہیں! ـــــ جس کی کوئی مثال نہیں!

اس طرح آپ نے ـــــ بے شمار اصطلاحات ـــــ وضع کیں! نئی نئی تراکیب نکالیں ـــــ انوکھی تشبیہیں تراشیں !! ـــــ اور زالی تمثیلیں ڈھالیں !!! ـــــ آپ نے اپنی زبان مبارک سے ایسے ایسے الفاظ مرکبات اور جملے ادا فرماتے جن سے اَب تک عربوں کے کان ناآشنا تھے کیونکہ اس سے پہلے ان کا کوئی وجود ہی نہ تھا، لیکن بعد میں آپ کے یہی نادر و نایاب کلمات اپنی جاذبیت کے سبب عربی زبان میں ـــــ "ضرب المثل" ـــــ کی صورت اختیار کر کے، زبان و بیان کا طرۂ امتیاز اور علم و ادب کا سرمایۂ افتخار بن گئے۔ !! ـــــ یہ "جوامع الکلم" ہیں جو انوکھی حکمت پر مشتمل ہیں!۔ ان میں ـــــ "الفاظ تو قلیل" ـــــ ہیں لیکن ـــــ "معانی کثیر" ـــــ ہیں۔ مثلاً :۔

"بعثت فی نفس الساعۃ"

(میں قیامت کی سانس میں مبعوث ہوا ہوں یعنی: آخری زمانے میں مبعوث ہوا ہوں)

"قیامت کی سانس میں مبعوث ہونا" ـــــ ایک بالکل نیا اندازِ بیان ہے ـــــ یہ "نادر ترکیب ـــــ آپ ہی کی اختراع ہے ـــــ حالانکہ آپ نے یہ بطور ـــــ "مجاز" ـــــ استعمال فرمائی ہے لیکن حقیقت میں اس جملے کی بلاغت تعریف سے بالاتر ہے۔! ـــــ !! ـــــ !!!

○ ـــــ ایک دن آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ ادا ہوا :

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبانی جب یہ جملہ سُنا تو حیرت سے معلوم کیا کہ! —— یا رسول اللہ! میں نے ایسا جملہ کسی عرب سے آج تک نہیں سُنا! —— اس کے کیا معنی ہیں؟ —— تو آپؐ نے بتایا کہ —— "وہ اپنی ناک کی موت مرا" —— ! یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح اردو میں —— ناک رگڑ رگڑ کر مر جانا! —— محاورہ ہے ——! اس سے حضورِ اقدس کی مراد یہ تھی کہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر بستر پر مر جانا بہتر نہیں ہے بلکہ ایک مسلمان کو شہید کی موت مرنے کی آرزو کرنی چاہیئے — جی ہاں

ع "شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن"

○ —— وہ اتحاد جس کے پیچھے دلوں کی کدورت چھپی ہوئی ہو آپ نے ایسے منافقانہ اتحاد کے لئے فرمایا:-

"هُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ وَجَمَاعَةٌ عَلٰى اَقْذَاءٍ"

(نیچے لڑائی کا دھواں سلگ رہا ہے اور اوپر لوگ گھاس پھوس پر جمع ہیں)

—— بھلا بتایئے —— سیاستِ دوراں کی اس سے بہتر مثال اور کیا ہوگی۔؟

یہاں ذرا:- "هُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ" (یعنی: صلح دھوئیں پر ہے) غور کیجیئے —— ! مطلب یہ ہے کہ —— دلی بغض کے ساتھ کی جانے والی صلح —— ناپائیدار ہوتی ہے۔ آپ نے یہ جدید اور دلنشیں اصطلاح "صلح حدیبیہ" کے موقع پر وضع کی تھی ——!

○ —— اسی طرح —"یوم بدر"—— کو کفر و اسلام کے درمیان فیصلہ کن دن قرار دیتے ہوئے آپ نے یہ نادر ترکیب کا حامل بلیغ جملہ ارشاد فرمایا تھا:-

هَذَا يَوْمٌ لَهٗ مَا بَعْدَهٗ

(یہ ایسا دن ہے جو بعد میں آنے والے دنوں کے لئے فیصلہ کن ثابت ہوگا!)

—— اور پھر واقعی ایسا ہی ہوا —— !

آپ کی جدتِ کلام و ندرتِ بیان کی کچھ اور حسین مثالیں ملاحظہ فرمایئے :-

○ —— "لَا تَنْتَطِحُ فِيهَا عَنْزَانِ" ○

(اس میں دو مینڈھے ایک دوسرے کو سینگ نہیں مارتے)

یعنی : اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں —— !

"لَيْسَ الْعَمٰى عَمَى الْبَصَرِ۔ الْعَمٰى عَمَى الْقَلْبِ اَوِ الْبَصِيرَةِ" ○

(اندھاپن آنکھوں کا اندھاپن نہیں ہے بلکہ بصیرت سے محروم ہونا اندھاپن ہے —— !)

○ —— "كُلُّ اَرْضٍ بِسَمَاتِهَا۔"

(ہر زمین کی اپنی مخصوص نشانیاں ہوتی ہیں ۔)

○ —— اسی طرح —— "اِيَّاكَ وَالْمَخِيلَةَ" ○

(یعنی تکبّر سے بچ) تکبّر کے طور پر تہبند کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلنے کے لیے —— اَلْمَخِيلَةَ —— کا لفظ آپ ہی نے وضع فرمایا :-

○ —— صنفِ نازک کی فطری نزاکت کے پیشِ نظر "تاریخ ادب" میں —— "عورتوں کو شیشے سے تشبیہہ" —— سب سے پہلے آپ ہی نے دی —— !

زبان و بیان کی یہ تمام امتیازی خوبیاں تو اپنی جگہ ہیں —— مگر سب سے زیادہ حیرت زدہ کرنے والے وہ —— "شرعی الفاظ" —— اور وہ —— "دینی اسالیب" —— ہیں جو دنیائے علم و ادب میں سب سے پہلے خاص آپ ہی کی زبانِ مبارک سے ادا ہوئے ۔ انتہا یہ کہ یہ قرآنِ حکیم میں بھی نہیں پائے جاتے ۔ اس پر لوگوں کی طرف سے حیرت کا اظہار کیا گیا

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے برملا فرمایا :-

" وَمَا یَمْنَعُنِیْ ؟ وَاِنَّمَا اُنْزِلَ الْقُرْآنُ بِلِسَانِیْ "

(تو اس میں میرے لئے بھلا کیا چیز مانع ہو سکتی ہے ۔ آخر قرآنِ حکیم بھی تو میری ہی زبان میں نازل ہوا ہے ۔) ——— !!!

ع " جو نطقِ ھبطِ وحیٔ جلی ہے
وہی قرآں ہے ، فرمانِ نبی ہے "

آپ کی ——— "جدّتِ ادا" ——— پر ——— "فصیح البیانی" ——— جھوم رہی ہے !
"صنعتِ بلاغت" ——— آپ کے ——— حُسنِ کلام ——— سے شرما رہی ہے !!
یہاں ——— "ادراکِ لسانی" ——— سرنگوں ہے ———
اور ——— "محاسنِ سخن" ——— سپر انداز ہیں کہ اُن علوم کا وجود ———
آپ کے ——— "وجودِ گرامی ——— کا صدقہ ہے ——— ! ——— !! ——— !!!

ع صدقہ تیرے وجود کا رنگینیٔ حیات
ہے کائناتِ عشق تیرے حُسن کی زکوٰۃ

"کلامِ نبوی" میں جدید مجازی تراکیب

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ——— فصحائے عرب ——— "مجاز"[1] ——— کے استعمال میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے ، ان کو اپنے اس وصف پر بڑا ناز تھا ——— لیکن حضرت افصح العرب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ——— کلام فصاحت نظام کی ——— مجازی تراکیب کی جدّت و ندرت ——— کے سامنے وہ شرمندہ تھے ——— !

1۔ مجاز : کسی لفظ کے ——— "لغوی معنیٰ" ——— ترک کر کے ، نئے معنوں میں استعمال کرنا ——— "مجاز" ——— کہلاتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ارشاداتِ گرامی میں ــــــ "مجازی تراکیب"
ــــــ کے حامل ایسے نئے نئے جملے پائے جاتے ہیں جو اپنی جدت و ندرت
میں بے نظیر و بےمثال ہیں۔ ان میں سے چند تمثیلاً پیش کئے جاتے ہیں۔
ملاحظہ فرمایئے:

○ — لَا یُلْدَغُ الْمُؤمِنُ من جُحْرٍ مَرَّتَیْنِ ٥ [1]
(مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جا سکتا۔)

یہاں " نادر استعارہ" کی صورت میں فراستِ مومن کی طرف لطیف اشارہ
کیا گیا ہے کہ ـــــ مومن ایک بار نقصان اٹھانے کے بعد ـــــ آئندہ
کے لئے سبق سیکھ لیتا ہے ـــــ!

○ — لَا یَمْلَاءُ جوفَ ابنِ آدمَ اِلَّا التُّرابُ ٥
(انسان کا پیٹ تو بس خاکِ گور ہی بھر سکتی ہے۔)

○ — اِنَّ الْمُنْبَتَّ لا اَرضاً قَطَعَ وَلَا ظَھراً اَبْقیٰ ٥
(سواری کو تیز دوڑا کر قافلے سے کٹ جانے والا نہ تو مسافت
طے کر پاتا ہے اور نہ ہی سواری کو بچا پاتا ہے !)

○ — اَلْعَائِدُ فِیْ ھِبَتِہٖ کَالْعَائِدِ فِیْ قَیْئِہٖ ٥
(تحفہ دے کر واپس لینا ایسا ہے جیسے قے کر کے چاٹ لینا۔)

○ — سَاقِی الْقَوْمِ آخِرُھُمْ شُرْبًا ٥
(کسی قوم کا ساقی خود سب سے آخر میں پیتا ہے۔)

○ — رِفْقًا بِالْقَوَارِیْرِ ٥
(شیشے کے آبگینوں کو ٹھیس مت پہنچاؤ۔)

---

[1] علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ: الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم، ج ۱، ص: ۱۷۵

یعنی: عورتوں کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آؤ۔)

○ - اِیَّاکُمْ وَ خَضْرَاءَ الدِّمَنْ ٥

(کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر اُگے ہوئے سبزے سے بچو۔)

مطلب یہ ہے کہ دُنیا کی ظاہری چمک دمک والی چیزوں کے فریب میں نہیں آنا چاہیئے جن کے پیچھے بے ایمانی کی گندگی اور بد اخلاقی کی غلاظت چُھپی ہوتی ہے —!

○ - ذُوالوَجْهَیْنِ لَا یَکُوْنُ عِنْدَ اللّٰہِ وَجِیْهًا ٥

(دو چہروں والا (منافق) اللہ کے نزدیک کبھی معزز نہیں ہو سکتا!)

○ - کُلُّ الصَّیْدِ فِیْ جَوْفِ الْفَرَاءِ ٥

(سب شکار جنگلی گدھے کے پیٹ میں ہیں۔)

انسان کی حاجتیں تو بے شمار ہوتی ہیں لیکن ان میں سب سے سب سے بڑی حاجت پوری ہو جائے تو ایسے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمات ادا فرمائے۔ جسے اردو میں کہتے ہیں: —— "ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں" ہے —— !! —— !!!

○ - سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ ٥

(اس معاملے میں عکاشہ تم سے بازی لے گیا۔)

کسی کا درجہ دوسرے سے کم ظاہر کرنے کے لئے یہ اندازِ بیان اختیار کیا گیا ہے تاکہ اسے بُرا نہ لگے۔ "صنعتِ استعارہ" کی جلوہ گری، یہاں غضب ڈھا رہی ہے —— ! بلکہ خود صَنائع بدائع کی حُسن کاری اس طرزِ کلام پر قربان ہوئی جا رہی ہے —!!

○ - لَا تَجْعَلُوْنِیْ کَقَدَحِ الرَّاکِبِ ٥

(مجھے سوار کے پیالے کی حیثیت مت دو۔)

یعنی جس طرح کوئی شتر سوار اپنا پیالہ کجاوے کے پیچھے باندھتا ہے اس طرح میرا ذکر آخر میں نہ کرو کیونکہ اس سے تمہاری بے رُخی کا اظہار ہوتا ہے۔ جو تمہارے ایمان کے ضعف کی علامت ہے۔

ع لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب

بے مثل مثالیں

؎ مثال اس کی جو لا مثل لہٗ ہے

کلام اس کا جو معیارِ وحی ہے

○ — مثل اُمّتی مثل المطر لایدری اوّلُہٗ خیرٌ اَمْ آخِرُہٗ ۝ [1]

(میری اُمّت کا حال بارش کی طرح ہے جس کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا ابتدائی حصّہ بہتر ہے یا آخری حصّہ۔)

○ — المومنُ للمُومن کالبنیانِ یَشُدُّ بَعْضُہ بَعْضاً ۝ [2]

(مومن، مومن کے لئے ایک ایسی عمارت کی طرح ہے جس کا ایک جزء دوسرے جزء کے ساتھ جڑا ہوا ہے) اتحادِ باہمی کی کیسی خوبصورت تمثیل ہے۔ !!!

○ — عِلْمٌ لَا یُنْتَفَعُ بِہٖ ککنزٍ لا یُنْفَقُ مِنْہُ

(وہ علم جس سے کوئی نفع نہ ہو اس کی مثال اس خزانہ کی ہے جس میں سے کچھ خرچ نہ کیا جائے۔)

---

1. ترمذی شریف : باب الامثال
2. الشفاء ج: ۱، ص: ۱۷۵

○ - اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِہْتَدَیْتُم ٥

(میرے صحابی ستاروں کی مثال ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی کروگے ہدایت پا جاؤگے)

بے شک سارے صحابی رسالت کے ماہ پارے اور ہدایت کے ستارے ہیں!

○ - مَثَلُ الْمُؤْمِنِ کَالنَّحْلَۃِ لَا تَاکُلُ اِلَّا طَیِّبًا وَلَا تُطْعِمُ اِلَّا طَیِّبًا ٥ [1]

(مومن کی مثال شہد کی مکھی سی ہے جو پاکیزہ کھاتی ہے اور شہد کی شکل میں پاکیزہ کھلاتی ہے۔)

کیسی خوبصورت مثالیں اور حسین علامتیں ہیں جنہیں پڑھ کر آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہوتا ہے ——— یہی وجہ ہے کہ آپ کا کلام فصاحت نظام ——— "وسیع المعانی" ——— ہوتے ہوئے بھی زبان زدِ خاص و عام ہو جاتا تھا! ——— دلوں میں اتر جاتا تھا! ——— اور پھر لوگ بعد میں اسے فخریہ طور پر اپنی نجی محفلوں میں دہراتے تھے! ——— اور بڑے اعزاز سے اپنی تحریروں میں لاتے تھے! ——— یہ سب اعجاز مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جلوہ طرازیاں ہیں!!

؎ یہ بھی ہے اعجاز اک اُمّی لقب کا معجزہ
جگمگاتے ہی رہینگے علم و حکمت کے چراغ

---

[1] النویری، ۳/۳

فصاحتِ موضوع

حسنِ بیان کے لحاظ سے جس طرح ——— "اعجازِ قرآن" ——— بے نظیر و بے مثال ہے اسی طرح صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ——— "زرّیں اقوال" ——— بھی اپنی ——— فصاحت و بلاغت ——— اور ——— ندرت و جدّت ——— میں ——— باکمال و لازوال ——— ہیں :-

ہے حدیثِ صحیح ، کہیں قرآں
ہیں تیری بات بات کے صدقے

اِس سلسلے میں حضرت اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا نے کیا خوب فرمایا :[1]-

——— "آپ کا کلام ——— معجز نظام ——— تھا کہ گویا موتی تھے جو ایک لڑی میں پرو دیئے گئے ہوں" ——— ! سبحان اللہ ——— کیسی خوبصورت تمثیل ہے ! یقیناً آپ سب سے زیادہ ——— "فصیح اللسان" ——— اور ——— "مختصر الکلام" ——— تھے ۔ آپ کے الفاظ سب سے زیادہ وزنی ہوتے تھے اور آپ کے معانی بھی سب سے زیادہ فصیح ہوتے تھے جبکہ آپ نے نہ تو کسی سے فصاحت و بلاغت سیکھی تھی اور نہ فصحاء و بلغاء سے آپ کا کبھی میل جول رہا ۔ دراصل آپ تلمیذ الرحمٰن تھے جیساکہ ارشاد ہوا ہے :[2]-

"الرّحمٰن ۔ علّم القرآن" (رحمٰن نے آپ کو قرآن سکھایا ۔)

---

[1] علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ : "الشفاء" ——— ج : ۱ ، ص : ۱۷۸

[2] علامہ ابو الحسن ماوردی ——— اعلام النبوۃ ——— ص : ۲

اور قرآن کیا ہے ؟ ــــ حکمت و دانش کا خزینہ اور تمام علوم و فنون کا گنجینہ !! چنانچہ بقول حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ : آپ ہمیشہ حق بات کہتے تھے اور حق بات سنتے تھے جو شخص اچھی بات نہ کرتا اس سے آپ کنارا کر لیتے ! ــــ کلام نہ فرماتے !! ــــ اگر کبھی کسی ناپسندیدہ چیز کا نام لینا ہی پڑ جاتا تو اشاروں اور کنایوں سے کام لیتے ۔"[1]

ے
میٹھی میٹھی عبارت پہ شیریں درود
اچھی اچھی اشارت پہ لاکھوں سلام

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں :۔

"آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کا کلام واضح اور نکھرا نکھرا ہوتا تھا، جسے پاس بیٹھنے والا آسانی سے حفظ کر سکتا تھا![2] اور اگر گننا چاہے تو آپ کی گفتگو کے الفاظ گن سکتا تھا۔!![3] جی ہاں ! ــــ ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ افصح الخلق تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ــــ "فصاحتِ لسان" ــــ اور ــــ "فصاحتِ کلام" کے ساتھ ساتھ ــــ "فصاحتِ موضوع" ــــ بھی عطا فرمائی تھی چنانچہ ــــ "فصاحتِ موضوع" ــــ کے چند آفاقی نمونے پیش کیے جاتے ہیں، یہ وہی اقوالِ زریں ہیں جنہوں نے پیارے مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے مقدس لبوں کو چوما تھا!

اس کلام کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دہن مبارک میں چہکا تھا !! ــــ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے :۔

---

[1] حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی "احیاء العلوم الدین" ج : ۲ ص : ۲۷۰

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ــــ "ترمذی شریف" ــــ باب فی کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ج : ۱، ص : ۳۲

[3] ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری ــــ "صحیح بخاری" ــــ ج : ۱، ص : ۹۹

○ — "يَدُ اللهِ عَلَى الجَمَاعَةِ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ ٥
(جماعت کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے جو جماعت سے الگ ہوگا
وہ آگ میں جا پڑے گا۔)

یعنی اتحاد و اتفاق میں بڑی طاقت و قوّت ہے۔ لیکن اس حقیقت کو حدیث شریف میں جس خوش اسلوبی سے بیان کیا گیا ہے وہ "مافوق البشر" ہے۔ اس کی تعریف احاطۂ تحریر سے باہر ہے —!

○ — "اَلنَّاس كُلُّهُمْ سَوَاءٌ كَاسْنَانِ الْمُشْطِ ٥
(سب لوگ باہم کنگھی کے دندانوں کی طرح ہیں —!

مساواتِ محمدّی کی یہ کیسی خوبصورت تعبیر اور حسین تمثیل ہے —!! کنگھی کے تمام دندانے اگر درست اور پیوستہ ہوں تو اس سے اُلجھے ہوئے بال فوراً سلجھ جاتے ہیں۔ اسی طرح لوگ اگر ایک دوسرے کی محبّت کے رشتہ میں منسلک ہوں تو ان کے باہمی تعاون سے معاشرے کی اُلجھنیں بہت جلد سُلجھ جاتی ہیں — سبحان اللہ! کیا خوب تشبیہہ ہے —!! حضرت افصح الخلق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہاں تمام انسانوں کے مساوی حقوق و فرائض کو کنگھی کے دندانوں سے خوبصورت تشبیہہ دی ہے۔

اس پر امام الادب الجاحظ جھوم اُٹھا تھا، اس نے تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے بعض عرب شعراء کے اشعار نقل کئے ہیں جن میں انسانی مساوات کو مختلف چیزوں سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ مگر یہ پست ہمّت اور کوتاہ نظر شاعر حضرت افصح العرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شاندار تشبیہہ کو نہیں پہنچ پائے![1]

غنچے تری غنچہ دہنی کو نہیں پاتے
ہنستے ہیں مگر تیری ہنسی کو نہیں پاتے

---

[1] ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ: — "البیان والتبیین" — ج: ۲، ص: ۲۱، ۲۲، ۲۳

○ —— "الید العلیا خیرٌ من الید السفلی" ٥

(اوپر والا یعنی (دینے والا) ہاتھ، نیچے والے (یعنی لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے!

یہاں بڑے مؤثر انداز میں بھیک کی لعنت سے گریز کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور ساتھ ہی سخاوت کی عظمت کا احساس دلایا گیا ہے۔ اس طرح اصلاحِ معاشرہ کے بڑے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کیونکہ بھیک کی عادت سستی و کاہلی پیدا کر کے آدمی کو ناکارہ بنا دیتی ہے۔ اس طرح عزتِ نفس کا خون ہو جاتا ہے۔ آخر آدمی بے شرم و بے غیرت بن کر پوری قوم کے لئے باعث ننگ بن جاتا ہے! —— آپ نے اس ایک مختصر سے جملے میں دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے کے بجائے اپنی قوتِ بازو سے خود کما کر دوسروں کو کھلانے کی ترغیب دی ہے۔! "ایجاز و اختصار" کا یہ تابناک جمال آپ کے حسنِ ادا کا ادنیٰ کمال ہے —— !!!

○ —— "تعلموا لغۃ قوم تامنوا شرھم" ٥

(کسی قوم کی زبان سیکھ لو تو اس کے شر سے محفوظ رہو گے۔)

اس قولِ زرّیں کی حکمتیں جسقدر اس دور میں کھُل کر سامنے آئی ہیں شاید کسی دور میں نہ آئی ہوں اور اس ہدایت پر عمل کرنا جتنا اب ضروری ہے شاید کبھی نہ رہا ہو۔

○ —— اِیَّاکُمْ وَالْمُشَارَّۃَ فَاِنَّھَا تُمِیْتُ الْغُرَّۃَ وَتُحْیِی الْعُرَّۃَ ٥

(آپس کی دشمنی سے بچو کہ اس سے خوبیاں فنا ہو جاتی ہیں اور خرابیاں زندہ ہو جاتی ہیں۔)

اُمّتِ مسلمہ کو اس پر عمل کرنے کی جس قدر آج ضرورت ہے شاید اس قدر

کسی دور میں نہ رہی ہو۔ اسلامی دُنیا میں انتشار و خلفشار کی جو تند و تیز آندھیاں چل رہی ہیں اس سے مسلمان تنکوں کی طرح بکھرے جا رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ مسلمان اس اجتماعی خود کشی سے باز رہیں اور اس قولِ زرّیں کے مطابق اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لیں۔ یہ حدیث شریف زورِ بیان کا نمونہ ع کمال ہے۔ نیز غُرّہ و عُرّہ کی صوتی ہم آہنگی نہایت دلنشیں اور حسین ہے۔

○ ——— رحم اللہ عبداً قال خیراً فغنم أو سکت فسلم ۝[1]

(اس شخص پر اللہ کی رحمت ہوئی جو بھلائی کی بات کہہ کر غنیمت رہا، یا خاموش رہ کر سلامت رہا۔)

سبحان اللہ! کیا خوبصورت اور حسین ہدایت ہے ——— جس پر دل لوٹا جاتا ہے ——— !!! پھر ارشاد ہوتا ہے:۔

○ "مَنْ کَثُرَ طَعَامُہٗ کَثُرَ سِقَامُہٗ وَمَنْ قَلَّ غِذَآءُہٗ قَلَّ دَوَاءُہٗ ۝

(جس کا کھانا بہت ہے اس کی بیماری بھی بہت ہے اور جس کی غذا کم ہے، اس کی دوا بھی کم ہے۔)

اس قولِ زرّیں کا حُسنِ تالیف، فن کی معراجِ کمال کو پہنچا ہوا ہے! اور اس کی معنوی افادیت بھی سب پر عیاں ہے ——— !!

○ ——— ساقی القوم آخرھم شربًا ۝

(کسی قوم کا ساقی خود سب سے آخر میں پیتا ہے۔)

——— لہٰذا لیڈر کو چاہیئے کہ پہلے اپنے عوام کی بھلائی کی سوچے بعد میں اپنی فکر کرے۔

---

[1] البیان: ۲/۲۱

یہ نہ ہو کہ سارا مال خود ہضم کر جائے اور مجبور عوام کو محروم چھوڑ دے۔

○ —— الجاھل السخی احب الی اللہ من عابد بخیل ○ [1]

("سخی جاہل" —— اللہ کے نزدیک —— "بخیل عابد" —— سے زیادہ محبوب ہے۔)

اس کا سبب یہ ہے کہ بخیل آدمی زر سے محبّت کرتا ہے، زر دنیا سے ہے اور دُنیا کی محبّت ہر گناہ کی جڑ ہے ——!

○ —— لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب ○

(وہ آدمی طاقتور نہیں ہے جو اپنی قوّتِ بازو سے دوسروں کو پچھاڑ دے حقیقتاً طاقتور وہ ہے جو غیض و غضب کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے۔)

طاقتور وہ شخص نہیں جو کشتی میں لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ وہ شخص طاقتور ہے جو غصّہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے۔ معاشرے میں فتنہ و فساد اسی وقت برپا ہوتا ہے جب طاقتور، کمزوروں کو تباہ و برباد کرتا ہے۔ ایسا شخص قوی نہیں بلکہ ظالم کہلاتا ہے۔ قوی تو وہ ہے جو اپنی قوتِ ارادی سے اپنی نفسانی خواہشات پر قابو رکھتا ہے۔

○ —— اَعدیٰ عدوک نفسکَ التی بین جنبیکَ ○

(تیرے دشمنوں میں سب سے شدید تیرا دشمن تو تیرا نفس ہے جو دو پہلوؤں کے درمیان ہے۔)

---

[1] ابو عیسیٰ محمّد بن عیسیٰ ترمذی: جامع ترمذی، ج: ۲، ص: ۱۲۱

○ ـــــ اعجز الناس من عجز فی الدعاء وابخل الناس من بخل فی السلام ۝

(سب سے زیادہ نکمّا وہ شخص ہے جو دُعا مانگنے میں عاجز ہو اور سب سے زیادہ بخیل وہ ہے جو سلام کرنے میں بخیل ہو۔)

دُعا مانگنے کی رغبت اور سلام کرنے میں سبقت کرنے کی کیسے مؤثر انداز میں تبلیغ کی ہے ـــــ سبحان اللہ!

○ ـــــ الایمان عقد بالقلب وقولٌ باللسان وعملٌ بالارکان ۝

(دل سے پختہ عقیدہ۔ زبان سے اقرار۔ اور اعضا سے عمل پیرا ہونے کا نام "ایمان" ہے۔)

کس قدر مختصر لفظوں میں ایمان کی کیسی جامع تشریح کی ہے۔ یہ "ایجاز" ـــــ بھی ـــــ "اعجاز" ـــــ کا درجہ رکھتا ہے۔

○ ـــــ انزلو الناس منازلھم ۝[1]

(لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق جگہ دو۔)

آداب معاشرت کا یہ زرّیں اصول ہے جس پر عمل نہ کرنے سے بہت سی معاشرتی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

○ ـــــ لَنْ یَھْلِكَ امْرُؤٌ بَعْدَ مَشْوَرَۃٍ ۝

(مشورہ کرنے والا کبھی تباہ نہیں ہوتا۔)

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی خودسر آدمی، کسی عقلمند سے مشورہ کے بغیر کوئی کام کرتا ہے تو نقصان اُٹھاتا ہے۔

---

[1] ابوداؤد شریف

۵ اس سے دُنیا میں نہیں کوئی زیادہ بدبخت
جو نہ دانا ہو، نہ داناؤں کا مانے کہنا

○ —— ماھلك امرُؤٌ عرفَ قدرہٗ ○

(جس نے اپنی حیثیت پہچان لی وہ کبھی تباہ نہیں ہوسکتا۔)

یہ ارشادِ گرامی کس قدر حکیمانہ بلیغانہ اور عارفانہ ہے!

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ —— شادمانی و مسرت کی تقریبات میں آپے سے باہر ہو کر اناپ شناپ خرچ کرنے سے آخر کار آدمی کو تباہی و بربادی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے! —— اسی طرح کسی محفل میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر دانائی کا اظہار کرنے سے، لوگوں پر آدمی کی نادانی کھل جاتی ہے! —— اسی طرح اپنی طاقت سے بڑھ کر کسی قوّت سے ٹکرانے سے آدمی خود پاش پاش ہو جاتا ہے! اس کے برخلاف —— جو لوگ خود شناس ہوتے ہیں وہ ہر مرحلہ میں کامیاب ہوتے ہیں۔ واقعی اپنی حیثیت سے بڑھ چڑھ کر کام کرنے سے آدمی معاشرے میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے! —————— دیگر یہ کہ اس سے —— "خود احتسابی" —— کا بھی سبق ملتا ہے جو تعمیرِ شخصیت کے لئے لازمی ہے۔ غرضیکہ علم و حکمت کے ان شہہ پاروں اور شہکاروں کی کہاں تک تعریف کی جائے۔! یہ آفاقی محاورے ہر چند کہ "وحی" نہیں لیکن آئے "وحی" کے راستے سے ہیں —— یہ ایک پختہ اندازِ کلام ہے جس کا کوئی حلقہ ڈھیلا نہیں! تھوڑے الفاظ —— ان کا خوش آئند گٹھاؤ —— ان میں معنوی گہرائی —— انتہائی مؤثر اندازِ بیان —— کلام نبوی کے امتیازات میں سے ہے ——!

○ ـــــ ایاکم وخضراءَ الدِّمَنِ اَلْمَرْأَۃُ الْحَسْنَاءُ مِنْ مَنْبَتِ السُّوْءِ

(خبردار، خوبرو لیکن بداخلاق عورت سے بچو! ـــــ وہ تو گھورے کی گھاس ہے۔)

ایک انتہائی بلیغ اور معنی خیز تمثیل ہے۔ اس کی جان ـــــ دِمَن ـــــ کا لفظ ہے جو ـــــ دِمنہ ـــــ کی جمع ہے ـــــ "دمن" ـــــ ان آثار و باقیات کو کہتے ہیں جو بدوی قبائل نقلِ مکانی کے بعد اپنے پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور جو کوڑا کرکٹ راکھ اور گوبر وغیرہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس غلاظت کے ڈھیر پر سبزہ اُگ آتا ہے، جو لق و دق صحرا میں دور سے تو خوشنما دکھائی دیتا ہے لیکن نزدیک آنے پر اصل حقیقت کھلتی ہے کہ اس شادابی کا اصل منبع تو غلاظت ہے۔ اس طرح بعض اوقات ایک عورت نہایت غلیظ اور کثیف ماحول میں پروان چڑھتی ہے۔ اس کی شکل و صورت تو بڑی دلفریب نظر آتی ہے لیکن سیرت و اخلاق نہایت گھناؤنا ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے گھورے کی سبزی قرار دے کر اس سے دور رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔ کیونکہ

ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

غرضیکہ اس طرح ترجمانِ حق، افصح الخلق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ـــــ "جمالِ گویائی" ـــــ سے ـــــ "علم بیان" ـــــ میں چار چاند لگے ـــــ! اور "حسنِ کلام" ـــــ سے ـــــ "علمِ کلام" ـــــ میں ہیرے موتی جڑے ـــــ!!

ـــــــــــــــــــ

سلہ امام الادب العربی ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ: البیان والتبین

"فصاحت" ـــــ نے یہ شرف ـــــ آپ کی "زبان" سے پایا !

"بلاغت" ـــــ کو یہ اعزاز ـــــ آپ کے "بیان" سے ملا !!

"الفاظ" ـــــ کو یہ گیرائی ـــــ آپ ہی کے "طرزِ ادا" نے بخشی!!!

"معانی" ـــــ کو یہ گہرائی ـــــ آپ ہی کی "فکرِ رسا" نے عطا کی!!

غرضیکہ ـــــ "شوکتِ بیان" ـــــ اور ـــــ

"وجاہتِ کلام" ـــــ آج جس اعلیٰ مقام پر جلوہ افروز ہیں، یہ

سب آپ ہی کے ـــــ "نطق و دہن" ـــــ کا صدقہ ہے۔

؎

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا

کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

باب نمبر ۳

جوامع الکلم

أُوتِیتُ جَوامِعَ الْکَلِمِ ○ (الحدیث)

مجھے (قدرت کی طرف سے معنی مفہوم کے لحاظ
سے نہایت) جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں

حکمت کا راز، علم کی ضو، معرفت کا نور
قرآں کا معجزہ تھا ہر اک کلمہ حضور

ترجمانِ حق افصح الخلق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اکثر ارشاداتِ گرامی ایسے ہیں جو —— "الفاظ" —— کے لحاظ سے تو —— "نہایت مختصر" —— ہیں —— مگر —— "معانی" —— کے اعتبار سے —— "انتہائی وسیع" —— ہیں۔ گویا کوزے میں دریا بند ہے۔ ادب کی زبان میں انہیں —— "جوامع الکلم" —— کہتے ہیں —— "جوامع الکلم" کی اصطلاح بھی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے وضع فرمائی ہے۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے:-

"اعطیت جوامع الکلم" [1]

(مجھے قدرت نے --- "جوامع الکلم" —— عطا کئے ہیں۔)

چنانچہ سب سے پہلے آپؐ ہی کی زبانِ حق بیان سے یہ نادر و نایاب کلمات ادا ہوئے —— اور پھر اپنے لاجواب محاسنِ سُخن کے سبب یہ حسین و جمیل کلمات، زبان و ادب کا طرۂ امتیاز بن گئے —— ! یہ ایسے بے نظیر و بے مثال اقوالِ زرّیں ہیں جن میں حروف و الفاظ کی تعداد تو نہایت مختصر ہے —— مگر —— ان میں علم و دانش کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے —— جی ہاں —— آپ کے "جوامع الکلم" کی فصاحت و بلاغت بے نظیر و بے مثال ہے، اس کا مقابلہ اور ہمسری کی ہی نہیں جاسکتی —— یہ بے حد مدلّل ہیں! —— انوکھی حکمت پر مشتمل ہیں اور فصاحت و بلاغت کے آخری درجہ پر فائز ہیں۔" [2]

—— یہ ایسے —— پُرحکمت کلمات —— ہیں جن کا آپ سے پہلے عربی زبان میں کہیں وجود ہی نہ تھا؛ لیکن اب۔ یہی وہ —— زرّیں کلمات —— زبان

---

[1] البیان والتبیین: ۴/۲۹

[2] علامہ محمّد عطیتہ الابراشی: عظمتِ الرّسول، ص: ۲۷۷

زدِ خاص و عام ہو کر "ضرب المثل" کی صورت اختیار کر گئے! یہ جامع کلمات اپنی ــــ "بلاغت" ــــ اور ــــ "معانی کی وسعت" ــــ کے لحاظ سے حکمت و دانش کا مرقع ہیں! ــــ حقیقت یہ ہے کہ ــــ نہ ان میں کوئی کمی ہے نہ زیادتی ــــ صاف ستھرا اندازِ بیان!! ــــ پاکیزہ اسلوبِ کلام!!! ــــ ہر تکلف سے پاک، ہر تصنع سے صاف! ــــ محنت و ریاضت کا اس میں دخل نہ تھا!! ــــ تائیدِ الٰہی سے آپ کو یہ فن حاصل تھا ــــ !!! ــــ بقول علامہ رافعی:

"آپ کے مختصر جملوں میں ــــ "روحِ نبوت" ــــ مجتمع ہو گئی ہے آپ کے کلام میں الفاظ نظر آنے کی بجائے الفاظ میں ــــ "روحانی تحریکات" ــــ رواں دواں ہیں ــــ اسی لئے آپؐ کے کمالِ فصاحت و بلاغت کو پانے کا ارادہ کرنے والا عاجز رہا۔ کیونکہ آپؐ کے کلام کے اسلوب کا دھارا فطرت کی بنیاد پر تھا جس میں محنت و ریاضت کو دخل نہ تھا۔" [1]

چنانچہ آپ کے وہ اقوالِ زریں آج بھی "علمِ کلام" کا مینارۂ نور بنکر چمک رہے ہیں اور ہر چہار طرف فصاحت و بلاغت کی روشنی پھیلا رہے ہیں:۔

آپ کے یہ مقدس کلمات ــــ حسنِ فطرت ــــ کے غماز ــــ اور انسانی نفسیات ــــ کے عکاس ہیں!! ــــ "سفلی جذبات" کو ٹھنڈا کرتے ہیں! ــــ روح کو بالیدگی بخشتے ہیں!!
دل میں اُتر جاتے ہیں! ــــ دماغ میں سما جاتے ہیں!!

---

[1] علامہ مصطفٰے صادق الرافعی : اعجاز القرآن، فصل، بلاغت نبویؐ ص ۱۹۴

تہذیب و شائستگی سکھاتے ہیں! ـــــ اخلاق سنوارتے ہیں!!
غرضیکہ زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کرتے نظر آتے ہیں ـــــ! لیجئے
آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوامع الکلم کے کچھ آفاقی شہ پارے
آپ کی روحانی تواضع کے لئے پیشِ خدمت ہیں ـــــ ملاحظہ فرمایئے:۔

○ ـــــ اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ اَخْلَاقًا ۝
(وہی مومن ایمان میں کامل ترین ہے جو اپنے اخلاق میں بہترین ہے)

○ ـــــ التکبّرُ مع المتکبّرِ صدقۃٌ ۝
(مغرور کیساتھ غرور کرنا صدقہ ہے)

○ ـــــ اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا ۝
(بلاشبہ بعض اوقات تقریر بھی جادو کا کام کرتی ہے۔)

○ ـــــ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ عِبَادَۃٌ ۝
(فراخی وخوشحالی کی اُمید رکھنا بھی عبادت ہے)

○ ـــــ لَوْ تَکَاشَفْتُمْ لَمَا تَدَافَنْتُمْ ۝
(اگر تمہیں ایک دوسرے کے بھید معلوم ہو جایا کریں تو تم
ایک دوسرے کے کفن دفن میں بھی شریک ہوا کرو۔)

○ ـــــ مَا قَلَّ وَکَفٰی خَیْرٌ مِّمَّا کَثُرَ وَ اَلْھٰی ۝ [1]
(جو تھوڑا ہو مگر کافی ہو، وہ اس کثیر سے بہتر ہے جو غافل بنا دے۔)

○ ـــــ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ۝
(آدمی کا حشر اسی کا ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے)

---

[1] البیان : ۲/۲۰

○ —— من لم یشکر النّاس لم یشکر اللہ ۝[1]

(جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کریگا۔)

○ —— کُلُّ ذِی نِعمَۃٍ مَحسُودٌ ۝

(ہر نعمت پانے والے سے حسد کیا جاتا ہے۔)

○ —— مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰہُ ۝[2]

(جو دوسروں کو تکلیف پہنچائیگا، اللہ اس کو تکلیف پہنچائیگا۔ جو دوسروں کو مشقت میں ڈالے گا اللہ اس کو مشقت میں ڈالے گا۔)

○ —— اِنَّکُمْ لَنْ تَسَعُوا النَّاسَ بِاَمْوَالِکُمْ فَسَعُوْھُمْ بِاَخلَاقِکُمْ ۝

(تم محض اپنی دولت سے تو تمام انسانوں کو خوش نہیں کر سکتے لٰہذا اپنے اخلاق سے سب کو خوش کرو۔)

○ —— اِذَا اَتَاکُمْ کَرِیمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ ۝

(جب کسی قوم کا معزز آدمی تمہارے پاس آئے تو تم اس کی عزت کرو۔)

○ —— اَلْمَرْءُ مَعَ الْخِیَارِ مَالَمْ یَتَکَلَّمْ ۝

(جب تک انسان گفتگو نہ کرے اسے اپنے اوپر اختیار رہتا ہے۔)

ورنہ ع ”منہ سے نکلی ہوئی پرائی بات“

○ —— اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ سِحْراً وَاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَھْلاً وَاِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً ۝

(واقعی بعض تقریر تو جادو اثر ہوتی ہے اور بعض علم، جہل کی طرح ہوتا ہے اور کچھ ایسے اشعار ہیں جو حکمت سے پُر ہوتے ہیں۔)

یہاں ——— "سحراً" ——— جہلاً ——— "حکمۃ" کی تکرارِ لفظی حُسنِ تالیف کا معجزہ ہے۔!

الدال علی الخیر کفاعلہ[1]

(بھلائی کا راستہ بتانیوالا بھلائی کرنے والے کی طرح ہے۔)

——— "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" ——— اسلام ——— کی بنیادی تعلیمات سے ہے ——— اور قرآنِ پاک میں اس کا ذکر بار بار آیا ہے لیکن نیکی کی ترغیب کے لئے یہ فقرہ کس قدر مؤثر ہے!——!!——!!!

پس ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زبان کوئی معمولی درجہ کی زبان نہ تھی بلکہ خاص ——— "پیغمبرانہ زبان" ——— تھی جس کی جدّت و ندرت سے خود عربی زبان کی ترویج و توسیع ہوئی ———! اور صرف یہی نہیں کہ اس سے ——— "شعر و ادب" ——— کی آرائش و زیبائش ہوئی بلکہ اس سے جملہ علوم و فنون کی بھی ترقی و توسیع ہوئی ——— آپ کا ——— "حُسنِ کلام" ——— سدابہار ہے۔! بقول علامہ جاحظ:-

"لوگوں نے کوئی ایسا کلام نہیں سُنا جس کا نفع حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے کلام سے زیادہ ——— جس کا توازن اس سے بہتر ——— جس کا مذہب اس سے جمیل ——— جس کا مقصد اس سے جلیل ——— جس کا موقع اس سے حسین ——— جس کا مخرج اس سے آسان ——— جس کے معنی اس سے فصیح اور جس کا مطلب اس سے واضح تر ہو ———! ———!! ———!!![2]

حضرت افصح الخلق صلی اللہ علیہ وسلّم کے فصیح و بلیغ کلمات کے کچھ اور

---

[1] علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ: الشفاء بتقریب حقوق المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ج: ۱، ص: ۷۵

[2] علامہ ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ: البیان والتبیین، ج ۲، ص: ۱۷، طبع عبد السلام

نادر نمونے پیش کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیے:۔

○ —— اِنَّ الْمُؤْمِنَ مَنْ سَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ وَسَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ ۝[1]

(مومن وہ ہے جسے اپنی بدی سے افسوس ہو اور اپنی نیکی سے خوشی ہو۔)

○ —— اَلْحِمْيَةُ رَأْسُ الدَّوَاءِ وَالْمَعِدَةُ بَيْتُ الدَّاءِ ۝

(پرہیز بہترین علاج ہے —— اور —— معدہ بیماری کا گھر ہے)

○ —— كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ ۝

(جو کچھ کسی کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کو مل کر رہے گا۔)

○ —— اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ ۝

(مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔)

○ —— دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ

(تم اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالے، اسے اپنا لو
جو تمہیں شک میں نہ ڈالے)

○ —— مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ ۝

(آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ آدمی وہ چیز چھوڑ دے جس کا
کوئی مقصد نہیں۔)

○ —— اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ عِنْدَ اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ ۝

(اللہ کے نزدیک بہترین کام وہ ہے جس میں باقاعدگی ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔)

○ —— زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا ۝

(کبھی کبھار ملنے جاؤ، محبت میں اضافہ ہوگا۔)

○ —— دَاوُوا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ ۝

(اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کیا کرو۔)

---

[1] البیان: ۱/۹۹

○ —— اِيَّاكُمْ وَالدَّيْنَ فَاِنَّهٗ هَمٌّ بِاللَّيْلِ وَمَذَلَّةٌ بِالنَّهَارِ ○

(تم قرض سے بچو کیونکہ یہ رات کا غم اور دن کی رسوائی ہے۔)

○ —— مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَالنَّحْلَةِ لَا تَاكُلُ اِلَّا طَيِّبًا وَلَا تُطْعِمُ اِلَّا طَيِّبًا ○ [1]

(مومن کی مثال شہد کی مکھی جیسی ہے جو پاکیزہ کھاتی ہے اور شہد کی شکل میں پاکیزہ کھلاتی ہے)

○ —— الوحدة خير من جليس السوء ○

(بری صحبت سے تنہائی بہتر ہے۔)

○ —— خَيْرُ الْعَمَلِ مَا قَلَّ وَدَامَ ○

(بھلائی کا کام وہ ہے جو کم ہو مگر جاری رہے)

○ —— المؤمن القوی خیر من المؤمن الضعیف ○

(طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے۔)

○ —— اَلْهَدِيَّةُ تَسُلُّ السَّخِيْمَةَ ○

(ہدیہ بغض وعناد کو دور کرتا ہے۔)

○ —— النَّاسُ عَلٰى دِيْنِ مُلُوْكِهِمْ ○

(لوگ اپنے حاکموں کی طرزِ زندگی پر ہوتے ہیں۔)

○ —— اِيَّاكَ وَمَا يُعْتَذَرُ مِنْهُ ○

(تم اس بات سے بچو جس سے عذر خواہی کرنی پڑے)

○ —— حُسْنُ الْخُلُقِ حُسْنُ الْعِبَادَةِ ○

(اچھا خلق بہترین عبادت ہے)

---

[1] النویری، ۳/۳

نادر نمونے پیش کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیے :-

○ —— اِنَّ الْمُؤْمِنَ مَنْ سَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ وَسَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ ۝[1]

(مومن وہ ہے جسے اپنی بدی سے افسوس ہو اور اپنی نیکی سے خوشی ہو۔)

○ —— اَلْحِمْيَةُ رَأْسُ الدَّوَاءِ وَالْمَعِدَةُ بَيْتُ الدَّاءِ ۝

(پرہیز بہترین علاج ہے —— اور —— معدہ بیماری کا گھر ہے)

○ —— كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ ۝

(جو کچھ کسی کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کو مل کر رہے گا۔)

○ —— اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللهُ عَنْهُ ۝

(مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔)

○ —— دَعْ مَا يَرِيبُكَ اِلٰى مَا لَا يَرِيبُكَ

(تم اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالے، اسے اپنا لو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے)

○ —— مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ ۝

(آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ آدمی وہ چیز چھوڑ دے جس کا کوئی مقصد نہیں۔)

○ —— اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ عِنْدَ اللهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ ۝

(اللہ کے نزدیک بہترین کام وہ ہے جس میں باقاعدگی ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔)

○ —— زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا ۝

(کبھی کبھار ملنے جاؤ، محبت میں اضافہ ہوگا۔)

○ —— دَاوُوْا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ ۝

(اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کیا کرو۔)

---

[1] البیان : 99/1

○ —— اِیَّاکُمْ وَالدَّیْنَ فَاِنَّہٗ ھَمٌّ بِاللَّیْلِ وَمَذَلَّۃٌ بِالنَّھَارِ ۝

(تم قرض سے بچو کیونکہ یہ رات کا غم اور دن کی رسوائی ہے ۔)

○ —— مَثَلُ الْمُؤْمِنِ کَالنَّحْلَۃِ لَا تَاکُلُ اِلَّا طَیِّبًا وَلَا تُطْعِمُ اِلَّا طَیِّبًا ۝ [1]

(مومن کی مثال شہد کی مکھی جیسی ہے جو پاکیزہ کھاتی ہے اور شہد کی شکل میں پاکیزہ کھلاتی ہے)

○ —— الوحدۃ خیر من جلیس السوءِ ۝

(بری صحبت سے تنہائی بہتر ہے ۔)

○ —— خیرُ العمل ما قلَّ وَدَامَ ۝

(بھلائی کا کام وہ ہے جو کم ہو مگر جاری رہے)

○ —— المؤمن القوی خیر من المؤمن الضعیف ۝

(طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے ۔)

○ —— اَلْھَدِیَّۃُ تَسُلُّ السَّخِیْمَۃَ ۝

(ہدیہ بغض وعناد کو دور کرتا ہے ۔)

○ —— النَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ ۝

(لوگ اپنے حاکموں کی طرز زندگی پر ہوتے ہیں ۔)

○ —— اِیَّاکَ وَمَا یُعْتَذَرُ مِنْہُ ۝

(تم اس بات سے بچو جس سے عذر خواہی کرنی پڑے)

○ —— حُسْنُ الْخُلُقِ حُسْنُ الْعِبَادَۃِ ۝

(اچھا خلق بہترین عبادت ہے)

---

[1] النویری ، ۳/۳

○ —— اَلسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ لِغَيْرِهٖ ○

(نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے۔)

○ —— کُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَۃٌ

(ہر نیکی صدقہ ہے)

علامہ جاحظ نے آپ کے حسنِ کلام کے بارے میں کیا خوب لکھا:۔
"آپ کے کلام کے علاوہ کوئی کلام ایسا نہیں سنا گیا جو اس قدر زیادہ نفع بخش، لفظی لحاظ سے اتنا محترم —— اثر میں اتنا خوبصورت —— ادائیگی میں اس قدر آسان —— معانی کو اس قدر کھول کر بیان کرتا ہو —— اور جس میں مدعاء اس قدر واضح کیا گیا ہو —— اس میں سنجیدگی کے ساتھ شیرینی و حلاوت اور —— حسنِ افہام کے ساتھ "قلتِ کلمات" —— ایک ساتھ نظر آتی ہے"[1]

سعادتوں کا امیں، شارحِ کتابِ مبیں
ہمہ بصیرت و عرفاں محمد عربی

---

[1] امام الادب العربی ابو عثمان عمرو بن الجاحظ: البیان والتبیین جلد ۲، ص ۱۶ تا ۱۸

انتہائی مختصر، نہایت جامع

"جامع الکلم" ——— کی ایک بنیادی خصوصیت ——— "ایجاز و اختصار"
——— ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کلام بلاغت نظام میں یہ وصفِ خاص، اپنے درجۂ کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ انتہا یہ کہ آپ کے بعض ——— "جامع الکلم" ——— صرف دو لفظوں پر مشتمل ہیں ———
جی ہاں! ——— صرف دو لفظوں پر ——— ! ملاحظہ فرمائیے:۔

○ اَسْلِمْ تَسْلَمْ: اسلام قبول کر، سلامت رہے گا۔
اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ:۔ ندامت بھی ایک طرح کی توبہ ہے۔
——— اَلسُّؤَالُ ذُلٌّ: مانگنا ذلت ہے۔
الاعمال بالنیات:۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔
——— اَلْمَرْءُ بالقرین:۔ آدمی اپنے دوست سے پہچانا جاتا ہے۔
اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ:۔ لڑائی ایک چال ہے (یعنی میدانِ جنگ میں چال چلنا بھی لڑائی ہے)
——— الفقر فخری:۔ فقر پر مجھے فخر ہے
اَلطِّیَرَةُ شِرْكٌ: بدشگون لینا شرک ہے۔
——— اَلْمَجَالِسُ بالاَمَانَةِ: مجالس کے اندر امانت (رازداری) لازم ہے۔

.. یہاں بھی دو ہی لفظ ہیں مگر بلاغت و جامعیت کا بحرِ ذخار ہیں۔!!
ان میں ہم نشینوں کی باتوں کی رازداری کا سبق بھی ہے اور چغلخوری کی مذمت

بھی ہے کیونکہ آدمی مجلس کی باتوں کو باہر جاکر فاش کر دیتا ہے تو اس طرح فتنہ وفساد کا دروازہ کھُل جاتا ہے اور اگر آدمی مجلس کی باتوں کو بطور "امانت" محفوظ رکھتا ہے تو خلوص ومحبّت کو فروغ دیتا ہے —— ! دوستی کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں اس کے برخلاف افشائے راز سے کسی کو نقصان پہنچے تو شریعت کے نزدیک یہ حرام بھی ہے۔!

○—— اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ : جس شخص سے مشورہ کیا گیا وہ امین ہے یعنی اگر تم سے کسی نے مشورہ کیا تو گویا اس طرح اپنا راز بتانے والے نے تم کو —— امین —— سمجھا۔ اب تمہارا فرض ہے کہ تم "امانت" میں "خیانت" نہ کرو —— نہ اسے غلط مشورہ دو —— نہ راز کھول کر اسے رسوا کرو اور نہ ہی اس کے اعتماد سے غلط فائدہ اٹھاؤ —— دیکھئے اس دو لفظی ہدایت میں علم وحکمت کا سمندر کیسا ٹھاٹھیں مار رہا ہے —— یہاں :

ع "اِک بوند ایک بحر کی وسعت سے کم نہیں"

ایک موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا گیا کہ انسانوں کو دوزخ تک پہنچانے کا بڑا سبب کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: "الفم والفرج" دہن اور شرم گاہ —— "دہن" سے اشارہ ہے —— بے ہودہ کلام اور حرام طعام —— کی طرف ! —— اور "شرم گاہ" سے اشارہ ہے "جنسی بے راہ روی" —— کی طرف !! —— واقعی —— "کلام کا فاسد ہونا —— اور "روزی کا ناپاک ہونا" —— نیز "جنسی جذبات کا بے راہ رو ہونا" —— آدمی کی عاقبت کو سب سے زیادہ برباد کرنے والا ہے۔!

○ الاقارب کالعقارب :- اقربا (رشتہ دار) بچھوؤں کی طرح ہوتے ہیں۔ رشتہ داروں کی زہر افشانی سے بھلا کون محفوظ ہے۔ عزیز و اقارب کی طعنہ زنی میں وہ زہر ہے جو نیشِ عقرب میں بھی نہیں۔ دوسرے لفظوں میں حدیث شریف نیش زنی سے پرہیز کی دعوت دے رہی ہے۔!

یہ حدیث شریف ۲ دو لفظوں سے مرکب ہے —— "اقارب" —— اور —— "عقارب"! —— یہاں —— "صنعتِ تجنیس" —— اپنے تمام جمال کے ساتھ جلوہ گر ہے۔!

دیگر یہ کہ اس ترکیب کی دل آویزی، اور بندش کی چستی بجائے خود دلائلِ نبوّت سے ہے۔ اس کے الفاظ گواہی دے رہے ہیں کہ یہ ایک پیغمبر ہی کی زبانِ حق بیان سے نکلے ہیں۔ اِن میں نبوّت کا نور چمک رہا ہے۔! اور پیغمبر کا یقین جھلک رہا ہے۔!

حقیقت یہ ہے کہ آپ کے دہنِ مبارک سے نکلے ہوئے یہ "۲ دو لفظی کلمات" اپنے اندر "معانی کا ایک جہانِ لامحدود" اور "مطالب کا ایک دفترِ بے پایاں" رکھتے ہیں۔ یہ —— "انتہائی مختصر" —— ہوتے ہوئے بھی —— "نہایت جامع" —— ہیں! —— !! —— !!!

دراصل "جامعیّت" —— جامع الکلم —— کی دوسری بنیادی خصوصیت ہے جو اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ یہاں ان ۲ دو لفظی جملوں میں سمٹ آئی ہے۔ الفاظ کا انتخاب بھی لاجواب و بے مثال ہے۔ نیز ان کی ترتیب و بندش معانی کی بے پناہ وسعتوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ گویا کہ ایک ایک حرف ایک ایک جملے کا کام کر رہا ہے۔ جی ہاں!

ع "اِک حرف اِک طویل حکایت سے کم نہیں"

حضور نورِ حق افصح الخلق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے آفاقی کلمات کے کچھ اور نورانی نمونے آپ کی روحانی تواضع کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے :۔

○ اَلْمَرْءُ کَثِیْرٌ بِاَخِیْہِ :۔ (تنہا آدمی اپنے بھائی کے ساتھ متحد ہو کر ایک جماعت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔)

یہ تین الفاظ، حسنِ تالیف کا اعجاز ہیں! —— معنی کے اعتبار سے دیکھئے تو اس میں اصلاحِ معاشرہ کا لائحہ عمل موجود ہے —— ایک اکیلے آدمی کو تو سب دبا لیتے ہیں لیکن جس کے ساتھ کوئی حمائیتی ہوتا ہے تو اس سے قوی دشمن بھی کتراتا ہے —— اس طرح اتحاد کی برکت سے معاشرے سے ظلم و زیادتی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔!

الحیاء من الایمان :۔ (حیاء ایمان کا جزو ہے) [1]

○ —— ماعَالَ مَنِ اقْتَصَدَ ۵

(جس نے "میانہ روی" اختیار کی وہ تنگدست نہیں ہوگا۔)

○ —— من لا یَرحَمْ لا یُرْحَمْ ۵

(جو دوسروں پر رحم نہیں کھاتا اس پر (خدا کی طرف سے) رحم نہیں کیا جائیگا۔)

○ —— تَرْکُ الشَّرِّ صَدَقَۃٌ [2]

(شر کا دامن چھوڑ دینا بھی صدقہ ہے۔)

○ —— سید القوم خادمھم

(قوم کا سردار وہ ہے جو اس کی خدمت کرے) "ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔"

---

[1] بخاری و مسلم شریف [2] اعلام النبوۃ

○ —— مَنْ ضَحِكَ ضُحِكَ

(جو دوسروں پر ہنستا ہے دُنیا اس پر ہنسے گی۔)

○ —— اَلْاِیْمَانُ قَیَّدَ الْفَتْحُ

ایمان نے فتح کو مقید کر لیا ہے (یعنی قوتِ ایمانی فتح یاب ہوتی ہے)

○ —— مَنْ جَدَّ وَجَدَ

(جو کوشش کرتا ہے وہ کامیاب ہوتا ہے۔)

○ —— اَلنَّصْرُ مَعَ الصَّبْرِ

(کامیابی صبر میں ہے)

○ —— الکَلِمَۃُ الطَّیِّبَۃُ صَدَقَۃٌ

—— (حُسنِ گفتار بھی نیکی ہے۔)

آپ کا ایک اور قول مبارک ہے:۔

○ —— اَعْقِلْ و تَوَکَّلْ

(پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھو پھر اللہ پر توکّل کرو۔)

یعنی ہر معاملہ میں پہلے اپنی طرف سے پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد اللہ پر توکّل کرنا چاہیئے۔

یہ —— "محاورات" —— بلکہ میں تو کہوں گا کہ یہ —— "معجزات" —— سب سے پہلے آپ ہی کی زبانِ معجز بیان سے ادا ہوئے اور پھر شعر و ادب کی "جان"، بن گئے بلکہ "ایمان"، بن گئے۔!

حقیقت یہ ہے کہ یہ اقوالِ زرّیں ثابت کر رہے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے نطق و دہن سے —— "علم کلامؒ" —— کی آبرو بڑھائی اور —— "ایجاز و اختصارؒ" —— کی عزت افزائی فرمائی۔!

آخر کار آپ نے اپنی زبانِ معجز بیان سے علم و ادب کو اس انتہا تک پہنچا دیا کہ جس کے بعد کوئی معراجِ کمال باقی نہ رہی !!!

ع "پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی"

باب نمبر ۴

مقدّس خطبات

پاک تقریریں

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ المائدہ ۹۲/۵

تو جان لو کہ ہمارے رسول کا منصب تو بات کو کھول کر واضح طور پر پہنچانا ہے

اس کی باتوں کی لذّت پہ لاکھوں درود
اس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

تبلیغ اسلام کے سلسلے میں قرآنِ حکیم کی تاثیر کے بعد سب سے زیادہ مؤثر رول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی مسحور کن ——— خطابت ——— نے ادا کیا ہے۔ آپ نے ——— "خطابت" ——— کو اصلاحِ معاشرہ کے لئے ایک کامیاب ہتھیار کے طور پر استعمال فرمایا ——— !

چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم کے نورانی خطبات اپنی اثر انگیزی کے لحاظ سے ایک روشن معجزہ تھے جن کو سُن کر پتھر سے پتھر دِل موم ہو جاتے ! ——— تاریک سینے نورِ ایمانی کا فانوس بن جاتے ! ——— اور سارے ماحول کو جگمگاتے ——— !!

اس طرح آپ کی مؤثر فصاحت سے توحید و رسالت کا اُجالا ہوا ۔! بے مثال بلاغت سے حق و صداقت کا بول بالا ہوا ۔ !! ———

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لاجواب "ندرتِ کلام" اور "لازوال جدّتِ بیان" کے زورِ اثر سے ——— "فنِ خطابت" ——— کو اسلامی شعائر سے سنوارا ——— اور احکاماتِ الٰہی سے نکھارا ——— جی ہاں یہ ایک روشن حقیقت ہے جسکی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی ——— چنانچہ :۔

"اللہ تبارک وتعالےٰ کی ——— "حمد و ثنا" ——— سے خطبہ کا آغاز کرنے کی بنیاد آپ ہی نے ڈالی ——— ! ——— "الحمد اللہ" ——— کہہ کر خطبہ شروع کرنے کی رسم آپ ہی سے چلی ——— !!

——— "حمد و ثناء اور درود و سلام" ——— کے بعد "مدعا و مقصد" ——— کی طرف منتقل ہونے سے پہلے ——— "اما بعد" ——— کے الفاظ کا استعمال، سب سے پہلے آپ ہی نے شروع فرمایا جو بعد میں اسلامی خطبہ کا لازمی جزو قرار پایا ! ———

اس طرح —— آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خطباتِ عالیہ ——
فکر و ادراک کا نیا شعور اور علم و دانش کی نئی روشنی لائے —— ! صدیاں
گزر گئیں مگر وہ آج تک اسی طرح درخشندہ و تابندہ ہیں —— !! پھر اس
کے بعد کوئی کلام آکر اُن کی اہمیّت کو کم نہ کر سکا —— !!!

حقیقت یہ ہے کہ آپ کے مقدّس خطبے پیغامِ نوبہار لائے !
—— آپ کے حُسنِ کلام نے فصاحت و بلاغت کے سدا بہار
پھُول کھلائے !!

غرضیکہ —— آپ نے اپنے اسلوبِ خاص سے "عربی خطابت"
کو اس عروج و کمال تک پہنچا دیا کہ تمام عرب کے سارے ادیب و خطیب
مل کر بھی اسے اس مقامِ بلند تک نہ پہنچا سکے تھے۔ !

چنانچہ آپ کے —— "خطباتِ موعظت" —— کے علاوہ ——
خطباتِ جہاد —— خطباتِ فتوحات —— خطباتِ خلافت ——
خطباتِ تعزّیت —— اور —— خطباتِ نکاح —— وغیرہ "
اسلام اور عربی زبان کا شاہکارِ عظیم ہیں. جیسا کہ شاعرِ دربارِ رسول صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلّم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، نے آپ کی معجزانہ خطابت
کی اثر انگیزی —— کے بارے میں فرمایا :- ؎

لَوْ لَمْ تَكُنْ فِيهِ آيَاتٌ مُبَيِّنَةٌ   كَانَتْ بَدَاهَتُهُ تُنْبِئُكَ بِالْخَبَرِ

(ترجمہ : اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس اعجازِ قرآنی کی واضح نشانیاں نہ بھی
ہوتیں تو بھی آپ کی معجزانہ فصاحت و بلاغت اور خطیبانہ ہدایت گوئی تجھے حقیقتِ
حال کی خبر دے دیتی ۔)

؎ ذاتِ اقدس آپ کی قرآن ہے
السّلام اے رمزِ حق کے ترجماں

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ——— "سورۃ النجم" ——— کی آیات تلاوت کر کے سنائیں اور اپنے مخصوص انداز میں ان کی کچھ تشریح کی تو اس کا یہ اثر ہوا کہ آپ کے ساتھ مسلمان تو مسلمان بڑے بڑے کفّار بھی سجدے میں گر پڑے!

غرضیکہ آپ کے عہد کے ادبا و شعرا کا یہی کہنا تھا کہ قدرت کی طرف سے اگر آپ کو کچھ بھی عطا نہ ہوتا تو بھی صرف فی البدیہہ خطبات کی فصاحت و بلاغت کا معجزہ ہی کافی تھا۔ اس طرح آپ کی فصاحت و بلاغت کی عرب فصحاء و بلغاء نے تعریف کی ہے اور کلام اللہ کے بعد آپ ہی کے کلام بلاغت نظام کو بلیغ ترین تسلیم کیا ہے۔[1]

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اولین خطبے کو ملاحظہ فرمایئے دیکھیے اس میں کس قدر "اپنائیت"، کس قدر "درمندی" اور کیسی "اثرانگیزی" ہے کہ ایک ایک فقرے پر دل لوٹا جا رہا ہے! ——— قربان ہونے کو جی چاہ رہا ہے ——— آپ بھی سُنیے اور سر دُھنیے:۔

○ — اِنَّ الرَّائِدَ لَا یَکْذِبُ اَھْلَہٗ

بے شک قوم کا گماشتہ اپنے لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتا

○ — واللہ لَو کَذِبْتُ النَّاسَ جَمِیعًا مَا کَذَبْتُکُمْ

اللہ کی قسم! اگر میں سب لوگوں سے جھوٹ بولتا تو بھی تم سے کبھی جھوٹ نہ بولتا۔

---

[1] احسان النصر: الخطابۃ العربیہ ص: ۴۸
تاریخ الادب العربی، ص: ۱۸ : ۱: ۳۴
ابن قطیبہ: عون الاخبار، ۱۴۱/۲۴ : ابن ہشام: سیرۃ ص: ۷۹۲

○ - ولو غررت الناس جميعا ما غررتکم
اگر میں سب دُنیا والوں کو بھی دھوکہ دیتا تو تمہیں پھر بھی کبھی دھوکہ نہ دیتا - !

○ - واللہ الذی لا الہ الا انی رسول اللہ خاصۃ و الی الناس کافۃ واللہ لتموتن کما تنامون الیکم ولتبعثن کما تستقیظون ولتحاسبن بما تعملون ولتجزون بالاحسان احسانا وبالسوء سوءًا وانما الجنۃ ابدا النار ابداہ [1]

قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں جسے تمہاری طرف خصوصاً بھیجا گیا ہے، اور باقی تمام انسانوں کی طرف بھی بھیجا گیا ہوں۔

واللہ! تم اسی طرح مر جاؤ گے، جس طرح تم سوتے ہو اور اسی طرح اٹھو گے جس طرح بیدار ہوتے ہو، تمہیں اپنے اعمال کا حساب دینا ہی ہوگا —— پھر (یاد رکھو) بھلائی کا بدلہ بھلائی اور برائی کا بدلہ برائی ہوگا —— پھر یا تو ہمیشہ کے لئے جنّت ہوگی یا جہنّم —— !

یہ چھوٹا سا خطبہ یقین سے بھرپور اور خیر خواہی سے معمور ہے۔! اس خطبہ میں توحید و رسالت اور آخرت کی تبلیغ انتہائی مؤثر انداز میں کی گئی ہے!!
—— اس سادہ سے اندازِ بیان پر مرصع تقریریں قربان ہیں!!!

---

[1] ابن الاثیر: الکامل، ص: ۲۷: السیرۃ الحلبیۃ، ۱: ۲۷۲
جمہرۃ خطب العرب، ۱: ۵

——— بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ——— منافقوں کی لگائی بجھائی سے ماحول میں اشتعال کے شعلے بھڑک اٹھتے ——— جس سے اسلامی معاشرے کی فضا مکدر ہو جاتی! ——— آخر نوبت کشت و خون تک پہنچ جاتی ——— لوگ ایک دوسرے کو مارنے مرنے پر تُل جاتے! تو اس وقت آپ موقع کی نزاکت کے مطابق ایسے مؤثر انداز میں خطاب فرماتے کہ جس سے تفرقوں کے بادل چھٹ جاتے! ——— قلب و نظر کا مطلع صاف ہو جاتا! ——— پیار کا سورج مسکرانے لگتا ——— اور ہر طرف محبّت و اخوّت کی فضا طاری ہو جاتی!

جی ہاں!

ے

پھول صحرا میں کھلائے اس کا نطقِ دل نشیں
اس کا اندازِ فصاحت سنگ کو پانی کرے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے نورانی خطبے، فصاحت و بلاغت کی اثر انگیزی کے ساتھ ساتھ اپنی ——— "معنی آفرینی" ——— کی بناء پر تاریخ ادب میں بہترین فکری ورثے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

چنانچہ حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس مال آیا۔ آپ نے اسے تقسیم فرمایا۔ بعد میں آپ کو معلوم ہوا کہ جنہیں مال نہیں ملا وہ بگڑ رہے ہیں۔ اس پر آپ نے خطبہ دیا جس میں آپ نے حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا:۔

فواللہ اِنّی اعطی الرجل والذی اَدَعُ اَحبُ الیّ من الذی اعطی .... فیھم عمرو بن تغلب الخ [1]

---

[1] ابوعبداللہ بن محمد بن اسمٰعیل بخاری :——— بخاری شریف ———

ترجمہ:۔ میں مال تقسیم کرتے وقت بعض کو دیتا ہوں اور بعض کو نہیں دیتا! حالانکہ جنہیں میں نہیں دیتا وہ مجھے اُن سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں جنہیں میں دیتا ہوں! .... انہی میں عمرو بن تغلب بھی ہیں۔)

حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ، فرمایا کرتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ عالیشان سے جس قدر میں خوش ہوا ہوں، خدا کی قسم اگر ساری دُنیا بھی حضور مجھے دے دیتے تو میں اتنا خوش نہ ہوتا ——— !

——— !! ——— !!!

افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کے ——— جوامع الکلم ——— اپنے اسلوبِ بیان کے لحاظ سے جس طرح منفرد مقام کے حامل ہیں، بالکل اسی طرح آپؐ کے ——— مقدس خطبات ——— امتیازی شان کے مالک ہیں!

آپؐ کے خطبات مفصل ہوتے ہوئے معجزانہ جوش وخروش اور نبوی جاہ وجلال کے حامل ہیں:۔

نبوی جوشِ بیان، کے ساتھ ساتھ معجزانہ سلاست وروانی آپ کے خطبات ——— کا طرۂ امتیاز ہے!

بے حد وحساب اثر انگیزی آپ کا سرمایۂ ناز ہے !!

آپ کی زبان ——— "سہل ممتنع"[1] ——— کی شان رکھتی ہے !!!

آپ کے خطبات کی اثر انگیزی کا یہ عالم تھا کہ صحابہ کرام کے دل بھر آتے! ——— ان پر رقت طاری ہوجاتی ——— اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوجاتے ——— !!!

---

[1] وہ کلام جس میں کوئی غیر معمولی خیال انتہائی سادہ اور سہل الفاظ میں بیان کیا جائے۔

چنانچہ ——— "معرکہ حُنین" ——— سر کرنے کے بعد جب آپ نے مالِ غنیمت تقسیم فرمایا تو مکہ کے نو مسلم رئیسوں کو آپؐ نے مالِ غنیمت میں سے زیادہ حصّہ عطا فرمایا تاکہ وہ اسلام کی طرف زیادہ مائل ہوں ——— اور اسلامی ریاست کے ساتھ ان کے روحانی رشتے مضبوط تر ہو جائیں ——— مگر انصارِ مدینہ میں سے بعض نے اس کا بہت بُرا منایا ———!! ———

وہ کہنے لگے کہ :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے قریش کو تو خوب نوازا اور ہمیں محروم رکھا، مشکلات میں ہم یاد آتے ہیں اور مالِ غنیمت دوسرے لے جاتے ہیں"!

جب یہ چرچے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کے کانوں تک پہنچے تو آپ نے انصار کو جمع کر کے دریافت فرمایا کہ :

"کیا واقعی تم لوگوں نے ایسی ایسی باتیں کی ہیں ؟"

انصار نے عرض کی :

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ! ہمارے بعض غیر ذمہ دار نوجوانوں سے واقعی یہ غلطی سرزد ہوئی ہے۔ لیکن حضور ہم ان سے قطعی متفق نہیں ہیں !

اس پر آپ نے انتہائی مؤثر انداز میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا :

"اے جماعتِ انصار ——— ! کیا یہ سچ نہیں کہ پہلے تم گمراہ تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں ہدایت دی ——— ؟

تم میں انتشار و افتراق تھا، اللہ نے میرے ہاتھوں تمہیں مجتمع کیا ———!

تم بے زر تھے، اللہ نے میری وجہ سے تمہیں غنی کر دیا !"

اس کے جواب میں انصار کہتے جاتے تھے کہ "بے شک اللہ اور اللہ کے رسول کا ہم پر بڑا احسان ہے !" اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا :-

"اے انصار (بلکہ) تم تو مجھے جواب دو کہ ——— "اے محمد! تم یہاں ایسی حالت میں آئے تھے کہ لوگ تمہیں جھٹلا چکے تھے ——— تو ایسے میں ہم نے تمہاری تصدیق کی! اور جب لوگوں نے تمہیں چھوڑ دیا تھا تو ایسے میں ہم نے تمہیں پناہ دی! تم یہاں مفلس ہو کر آئے تھے تو ہم نے تمہاری مدد کی!! اس وقت غمخواری کے محتاج تھے سو ہم نے تمہاری غمخواری کی!"

"اے انصار! ——— تم جواب میں یہ سب کچھ کہتے جاؤ" ——— اور میں کہتا جاؤں کہ:۔

ہاں! یہ سچ ہے! ——— !! ——— !!!

ہاں! یہ سچ ہے! ——— !! ——— !!!

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا اس پر زورِ خطابت ختم ہے! ——— آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

اے انصار! کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اور لوگ تو اپنے ساتھ محض اونٹ اور بکریاں لے جائیں ——— "اور تم اپنے گھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر جاؤ"

بس آپ کے دہن مبارک سے یہ الفاظ نکلنا تھے کہ:

ع "تڑپ کے ابر سے عالم پہ گر پڑی بجلی"

انصار چیخ اُٹھے کہ:۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں آپ کے سوا کچھ نہیں چاہیئے!"

اس طرح خطابت کی تیغِ دو دم نے سامعین کے دلوں کو بسمل کر کے رکھ دیا! ——— انصار بلک بلک کر رونے لگے!! ——— ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں!!! ——— ہاں! اب ذرا دیکھیے کہ یہاں ——— "کلام نبوت

کی روانی"——— اور ———" اندازِ خطابت کی طغیانی"———
کیا غضب ڈھا رہی ہے! ———" زبان و بیان"——— کی
" شمشیرِ برّاں"———" اثر و تاثیر"——— کی کیسی ———" بجلیاں"———
گرا رہی ہے !!———

اس طرح آپ کی " خطابت" نے اصلاحِ معاشرہ کے لئے ایک کامیاب ہتھیار کا کام کیا! ——— جس سے آپؐ نے ہر برائی کا کام تمام کیا ———!!

بلاشک وشبہ آپ کی " خطابت " میں وحی الٰہی کی شان پائی جاتی تھی ——— !

اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن طارق کا بیان ہے ——— ایک بار میں اپنے احباب کے ساتھ کھجوریں خریدنے مدینہ گیا! ——— ہم لوگ شہر سے باہر ٹھہرے ہوئے تھے ——— وہاں ایک شخص آیا اور ہمارا حال احوال پوچھنے لگا ——— پھر اس نے ہمارے سُرخ اونٹ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا: ———" کیا تم اسے بیچو گے"؟ ہم نے جواب دیا: ———" ہاں، اتنی کھجوروں کے عوض"!
——— (اس نے سودا منظور کیا اور) ——— وہ اونٹ لیکر چلا گیا!
——— اس کے جانے کے بعد آپس میں ہم سوچنے لگے کہ ———
یہ ہم نے کیا کیا؟ ——— بغیر جانے پہچانے اونٹ ایک اجنبی کے حوالے کر دیا!
ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک اور شخص بہت سی کھجوریں لیکر ہمارے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ یہ کھجوریں اللہ کے رسول نے آپ کے لئے بھیجی ہیں۔ اس میں اس قدر تو آپ کے اونٹ کے عوض ہیں ——— اور جو یہ زائد ہیں وہ آپ کی مہمانی کی ہیں! ——— یہ حسنِ معاملت دیکھ کر ہم حیران رہ گئے! ———!!
اس کے بعد ہم شہر میں گئے اور مسجدِ نبوی پہنچے ——— وہاں ہم نے دیکھا کہ ہمارے اونٹ کا وہی مقدّس خریدار خطبہ دے رہا ہے ——— ہم نے خطبہ

سنا تو ہمارے دِل پر اس کے حسنِ سلوک کے پس منظر میں اس کی نورانی تعلیمات کا اس قدر گہرا اثر ہوا کہ ہم سب مسلمان ہو گئے۔ ؎

ایک اِک بات زمانہ پہ اثر کرتی ہے
حق کی آواز ہو، اللہ کا لہجہ تم ہو

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس نورانی خطبے کے الفاظ ہیں:-

" تَصَدَّقُوْا فَاِنَّ الصَّدَقَةَ خَيْرٌ لَّكُمْ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، اُمَّكَ وَ اَبَاكَ وَ اُخْتَكَ وَ اَدْنَاكَ اَدْنَاكَ۔" [1]

(لوگو! خیرات دیا کرو — خیرات دینا، تمہارے حق میں بہتر ہے۔ (یاد رکھو کہ) دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے — ماں باپ کو، بہن بھائی کو پھر قریبی رشتہ داروں کو یاد کرو، جو جس قدر زیادہ قریب ہے اس کا حق اسی قدر زیادہ ہے۔)

اَب ذرا اس خطبے کے درج ذیل الفاظ پر غور کیجیے:-

" ——— امکَ ——— اباکَ ——— اختکَ ———
اخاکَ ——— ادناکَ ——— ادناکَ ———"

معنوی خوبیوں سے قطع نظر، یہاں ——— "حسنِ تکرار لفظی ——— آہنگِ صوتی کا سازِ دلنواز بجا رہی ہے ——— اور ہر طرف رنگِ موسیقیت برسا رہی ہے ——— !!

مزید لطف یہ کہ:-

یہ خوبیاں آپؐ کے چھوٹے چھوٹے فقروں ہی میں نہیں پائی جاتیں

---

[1] " زاد المعاد"

بلکہ آپ کے طویل سے طویل خطبوں میں یہی حسن کاری نظر آتی ہے۔ چنانچہ آپ کے طویل خطبات میں جملے پُرمغز اور مختصر ہوتے تھے ——— آپ کا کلام اثر میں کامل، ادا میں آسان، لفظوں میں فصیح اور مقصد میں بلیغ ہوتا تھا۔ خصوصاً وہ خطبات جو آپ میدانِ قتال میں شوقِ جہاد ابھارنے کے لئے ارشاد فرماتے تھے، ان میں جوش وجذبہ زیادہ ہوتا تھا۔ ایسے موقعوں پر آپؐ کے خطبے دلوں کو ہلا دیا کرتے تھے ——— جذبات میں ہلچل مچا دیا کرتے تھے۔!![1]

اس کی روشن مثال آپ کے وہ لازوال خطبے ہیں جو آپ نے ——— "فتح مکہ" ——— اور ——— "حجۃ الوداع" ——— کے موقعوں پر دیئے ——— ان خطبوں کا مزاج انتہائی انقلابی ہے۔! ان میں ——— ایمان ——— اخلاق ——— اور ——— اقتدار ——— تینوں کی جلوہ گری ہے۔!!

خطبۂ حجۃ الوداع

خطبۂ حجۃ الوداع تمام نسلِ انسانی کی فلاح وبقا کے لئے پیغامِ جانفزا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ فصاحت وبلاغت کا خزانۂ بے بہا ہے۔ حجۃ الوداع کے خطبے کا ایک ایک فقرہ جابرانہ نظاموں پر ضربِ کاری ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں استحصالی قوتوں کا قلع قمع کیا۔ رنگ ونسل سے بالاتر ہو کر اخوت کا پیغام دیا، اور دورِ نو کے آغاز کا مژدۂ جانفزا سنایا۔ اس میں آپؐ نے بہت سے احکامات دیئے ہیں۔ لیکن یہاں حکم دینے کا ایسا نرالا انداز اختیار کیا گیا ہے،

---

[1] شبلی نعمانی: سیرۃ النبی، ۲: ۲۲۴۔ ابن مطیبہ: عیون الاخبار، ۱: ۲۴۴
ابن ہشام: سیرہ، ص: ۷۹۲

جس سے تبلیغ و ہدایت میں شگفتگی پیدا ہو گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ احترام انسانیت کے لئے اس سے زیادہ مؤثر اور پر درد اپیل نہیں سُنی گئی ——— !

چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم) نے سوال کیا :۔

" جانتے ہو آج کونسا دن ہے ——— ؟"

حاضرین نے عرض کیا " اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو زیادہ علم ہے "!

اس پر آپ (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم) نے فرمایا :۔

" آج ——— یوم الحرام ——— ہے "

پھر آپ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے پوچھا :

" جانتے ہو یہ کون سا شہر ہے "

پھر خود ہی فرمایا : یہ ——— بلد الحرام ——— ہے !"

پھر سوال کیا : " یہ کونسا ——— مہینہ ——— ہے ؟"

اور پھر خود ہی ارشاد فرمایا : " یہ ——— ماہِ حرام ——— ہے !

اس طرح جب ——— دن ——— شہر ——— اور ——— مہینے ——— کی حرمت کا احساس دلوں میں جاگ گیا تو پھر فرمایا :

" اللہ نے مسلمانوں کے خون ——— مسلمانوں کے مال ——— اور مسلمانوں کی آبرو ——— کو مسلمانوں پر اسی طرح حرام کیا ہے جس طرح اس دن ——— اس مہینے ——— اور ——— اس شہر ——— کی حرمت ہے !

دیکھو! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگو "

سبحان اللہ ! کیا نرالا طرزِ کلام ہے، کیا انوکھا اندازِ بیان ہے" پس معلوم ہوا کہ آپ کے کلام میں ——— " انوکھا پن " ——— ہوتا تھا ———

اندازِ بیان میں ——— "چونکا دینے والی کیفیت" ——— ہوتی تھی ——— لیکن الفاظ کا گورکھ دھندا قطعی نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ آپ کا مقصد مضمون کو ذہن نشین کرانا تھا۔ جس کے لئے آپ ——— "اچھوتا اسلوب" ——— اور ——— "دلنشیں اندازِ بیان" ——— اختیار فرماتے تھے جسے سن کر لوگ متأثر ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے۔!

مغربی تصوّر کے مطابق انسانی بنیادی حقوق کی تاریخ ——— میگنا کارٹا (MAGNA CARTA)[1] ——— سے شروع ہوتی ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دُنیا کو سب سے پہلے اسلام نے ——— "حقوقِ انسانی" ——— کا تصوّر دیا ——— ! خود یورپی دانشور رابرٹ بریفو (ROBERT BRIFFAVIT) کی تحقیق ہے کہ :-

"اسلام نے حقوقِ انسانی کا پہلی دفعہ منشور دیا۔ اور یہ ——— "خطبہ حجۃ الوداع" ——— میں موجود ہے ——— لیکن افسوس اہلِ مغرب اس کو نہیں مانتے۔"

(THE MAKING OF HUMANITY - PAGES : 185, 188, 190)

تبوک کا خطبہ

نبیٔ اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ——— "میدانِ تبوک" ——— میں اسلامی لشکر کے سامنے یہ پُرزور خطبہ دیا جس کا ایک ایک جملہ ———

---

[1] ایک منشور جو ۱۲۱۵ء میں انگریزوں نے بادشاہ جان سے لیا تھا۔ جس کی رُو سے انگریز قوم کو "شخصی" اور "سیاسی آزادی" ملی تھی۔
"فیروز اللغات"

سونے چاندی ـــــــ میں تولنے اور ـــــــ موتیوں ـــــــ میں رولنے کے قابل ہے۔ آپ بھی ملاحظہ فرمایئے ـــــــ اور لطف اُٹھایئے:۔

"حمد و صلوٰۃ" ـــــــ کے بعد سب سے سچی بات ـــــــ "اللہ کی کتاب" ـــــــ ہے!

"بہترین ملّت" ـــــــ "ملّتِ ابراہیمی" ـــــــ ہے!!

سب سے "اشرف ذکر" ـــــــ "اللہ کا ذکر" ـــــــ ہے!!!

"بہترین کام" وہ ہیں جو ـــــــ "نص" ـــــــ سے ثابت ہیں!

"بدترین کام" ـــــــ "بدعات" ـــــــ ہیں۔!!

سب سے "بہترین طریقہ" ـــــــ "انبیاءؑ کا طریقہ" ـــــــ ہے!!!

سب سے زیادہ "اچھی موت" ـــــــ "شہید کی موت" ـــــــ ہے۔!

بدترین "بے بصارتی" ـــــــ "ہدایت کے بعد گمراہی" ـــــــ ہے۔!!

سب سے "بڑی نابینگی" ـــــــ "دل کا نابینا" ـــــــ ہونا ہے۔!!

"بدترین ندامت" ـــــــ "قیامت کے دن کی ندامت" ـــــــ ہے!

سب گناہوں سے "بڑا گناہ" ـــــــ "جھوٹی زبان" ـــــــ ہے۔!!

"بدترین کمائی" ـــــــ "سود کی کمائی" ـــــــ ہے۔!!!

"جوانی" ـــــــ "جنون کا ایک شعبہ" ـــــــ ہے۔!

"عورتیں" ـــــــ "شیطان کا جال" ـــــــ ہیں۔!!

"بدترین غذا" ـــــــ "یتیم کا مال" ـــــــ کھانا ہے!!

"شکوک میں مبتلا رہنا" ـــــــ "کفر کی ایک قسم" ـــــــ ہے۔!

"دل نشیں باتوں میں سب سے بہتر" ـــــــ "یقین" ـــــــ ہے۔!!

"بہترین تونگری" ـــــــ "دل کی بے نیازی" ـــــــ ہے۔!!!

"بہترین توشہ" ـــــــ "تقویٰ" ـــــــ ہے۔!

ہر وہ چیز جو آنے والی ہے، قریب ہے —— تم میں سے ہر ایک کو چار گز زمین میں جانا ہے —— اور یہ معاملہ آخرت تک پہنچے گا —— ![1]

افصح العرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مقدس خطبہ کے یہ نورانی جملے کس قدر —— مختصر —— مؤثر —— پُرمغز —— اور —— جامع —— ہیں —— !

—— الفاظ و معنیٰ کا حیرت انگیز توازن کیسا غضب ڈھا رہا ہے۔ !!

منفرد اندازِ خطابت —— اثر و تاثیر —— کی —— بجلیاں —— گرا رہا ہے۔ !!! آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) نے ایسا مدلّل —— "اندازِ بیان" اختیار فرمایا ہے کہ بات دلوں میں اترتی چلی جاتی ہے ! —— روح میں سما جاتی ہے —— !!

اسی کے ساتھ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کا بیان اس قدر مدلّل ہوتا تھا کہ آپ کو کبھی کوئی خطیب لاجواب نہ کر سکا —— آپ نے زبان و بیان کی کبھی کوئی غلطی نہیں کی[2] —— آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کا کلام —— قلتِ الفاظ —— کے ساتھ —— کثرتِ معانی —— سے متصف تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم حق و صداقت کی بات بلا تکلف صاف صاف بیان کیا کرتے تھے —— الفاظ کے ہیر پھیر کا کبھی سہارا نہیں لیا کرتے تھے۔ اس کی ایک روشن مثال ملاحظہ فرمائیے :-

---

[1] مسند احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ،

[2] البیان والتبیین ، ۱: ۲۷۱، ۷۷

نبیٔ اُمّی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ایک نصیحت آموز خطبہ

اے لوگو! —— ہم خیال کرتے ہیں کہ —— موت تو ہمارے علاوہ دوسروں کا مقدر ہے —— !

○ —— اور ہمارے حقوق بھی دوسروں ہی کے ذمّہ واجب ہیں —— !!

ہم جن مرنے والوں کو الوداع کرتے ہیں —— سمجھتے ہیں کہ وہ کوئی مسافر تھے جو عنقریب ہمارے پاس واپس لوٹ آئیں گے —— !!!

○ —— ہم انہیں قبروں میں دفنا دیتے ہیں —— ان کی میراث کھا جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں تو ہمیشہ یہیں رہنا ہے —— !!!

○ —— (افسوس) ہم کوئی عبرت حاصل نہیں کرتے اور خود کو ہر تباہی سے محفوظ سمجھ بیٹھے ہیں۔ !!!

○ —— بھلائی اس کے لئے ہے جس نے اپنے عیبوں کو پیشِ نظر رکھا اور دوسروں کے عیبوں پر نظر نہ کی۔ —— !

○ —— بھلائی اس کے لئے ہے جو علماء و فضلا کی صحبت میں بیٹھا، جس نے غریبوں اور مسکینوں سے میل جول رکھا۔ —— !

○ —— خوش بخت ہے وہ شخص جس نے اپنا فالتو مال تو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا لیکن اپنی فالتو بات اپنے منہ ہی میں رکھ لی۔[1] —— !

غرضیکہ اس طرح آپ ہمیشہ دلپذیر انداز میں حق و صداقت کی بات کرتے —— الفاظ کے ہیر پھیر کا سہارا کبھی نہ لیتے۔ بقول علامہ جاحظ:[2]

---

[1] صبح الاعشیٰ جلد: ۱، ص: ۲۱۳ جمہرۃ خطب العرب ۱/۵۲

[2] امام الادب العربی ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ: البیان والتبیین: ج: ۲، ص: ۳۳

"اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تقریر کو طول دیتے تو اس انداز سے کہ ہر طول دینے والا اس سے عاجز تھا اور جب اختصار سے کام لیتے تو ہر خطیب کے آخری درجۂ کمال کو بھی شکست دے دیتے۔"

مخاطبین کو اپنی طرف متوجہ رکھنے کا ایک خاص ملکہ آپ کو حاصل تھا۔ پیغامِ ربّانی کو دل کی گہرائیوں میں اتارنے میں کوئی خطیب آپ سا پیدا ہوا اور نہ ہو گا ——— ! ؎

وَ اِذَا خَطَبْتَ فَلِلْمَنَابِرِ ھِزَّۃٌ

تَعْرُو النَّدِی وَلِلْقُلُوْبِ بُکَاءٗ

(جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خطبہ دیتے تو منبر بھی جھوم اٹھتا ——— محفل پر لرزہ طاری ہو جاتا ——— اور دل رونے لگتے)

اِس کے خطبہ کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

○

باب نمبر ۵

نورانی مکتوبات

یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط

المائدہ : ۵/۶۷

اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تیرے رب کی طرف سے جو کچھ تجھ پر
نازل کیا گیا ہے اسے واضح طور پر پہنچا دے — !

حق جلوہ گر ز طرزِ بیانِ محمد است
آرے کلامِ حق، بزبانِ محمد است

○ —— حضور افصح الخلق صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فصیح و بلیغ خطبے جس طرح علم و ادب کا سرمایۂ ناز ہیں —— !

○ —— بالکل اسی طرح آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے مقدس خطوط، فصاحت و بلاغت" کا طرۂ امتیاز ہیں —— !!

○ —— آپ کے خطوط کی زبان اس قدر آسان ہے کہ اسے "سہل ممتنع" کا اعجاز کہیئے —— !!!

○ —— آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کا اندازِ بیان اس قدر مؤثر و دلنواز ہے کہ اسے —— علم بیان —— کا فخر و ناز سمجھیئے —— !!

اور لُطف یہ ہے کہ کوہستانِ فن و ادب سے —— "محاسنِ سُخن" —— کی جوئے شیر لانے میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کو کسی قسم کی عرق ریزی نہیں کرنی پڑی! —— ! بلکہ آپ کی زبانِ حق بیان سے علم و حکمت کی نہریں خود بخود جاری ہو گئیں —— !! حقیقت یہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے مکتوبات شریف کے ہر ہر جملے سے —— شوکتِ الفاظ —— کے حسین فوارے چھوٹ رہے ہیں —— !!! اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی خوبصورت عبارت کے لفظ لفظ سے —— "حسنِ معانی" —— کے شیریں چشمے پھوٹ رہے ہیں —— !!!

در اصل یہ وصفِ سخن آپ کی نبوّت کا خاصہ تھا —— ! چنانچہ اس فن میں آپ کو کبھی کسی سے کچھ سیکھنے کی ضرورت پیش نہ آئی —— !! اور نہ ہی اس ضمن میں آپ نے کبھی کسی کی تقلید فرمائی —— !!!

اور ایسا ہوتا بھی کیسے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) سے پہلے عرب بھر میں کہیں ایسی نادر و نایاب خطوط نویسی کا کوئی رواج ہی نہ تھا!

جی ہاں! —— اس اندازِ نگارش سے دُنیائے ادب کو سب سے

پہلے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی نے روشناس کرایا ——— !

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مبارک خطوط کے لفظ لفظ سے ——— "اعجاز قرآنی"

——— جھلک رہا ہے ——— !! اور حرف حرف ہیں ——— "نورِ ہدایت"

——— دمک رہا ہے ——— !!! اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک روشن

حقیقت ہے کہ :-

ایسی نورانی خطوط نویسی کا آغاز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - !

——— اور پھر خود آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے درجہ کمال تک پہنچایا

——— !! چنانچہ ——— بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— سے خط کی ابتدا کرنے

کی بنیاد آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے رکھی ——— !

اس کے بعد فوراً ——— "من فلاں الیٰ فلاں" ———

(یعنی فلاں کی طرف سے فلاں) ——— کے نام ! ——— لکھنے کی طرح بھی

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی نے ڈالی ——— !!

اس کے فوراً بعد ——— "اما بعد" ——— لکھنے کی رسم بھی آپ

(صلی اللہ علیہ وسلم) ہی سے چلی ——— !!!

اور ——— "درجہ بدرجہ القاب" ——— سب سے پہلے آپ (صلی اللہ

علیہ وسلم) ہی نے بتائے ! نیز ——— "پروٹوکول کے ادب وآداب"

——— دُنیا کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی نے سکھائے !! ورنہ اس سے

پہلے کسی کو کچھ شعور ہی نہ تھا - !

جی ہاں !—— تاریخ میں سب سے پہلے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے

اپنے خطوط مبارک میں یہ لوازمات بہم پہنچائے - !!

سب سے پہلے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی نے اپنے خط مبارک میں

شاہِ مصر کو ——"عظیم القبط"—— کے اعلیٰ لقب سے یاد فرمایا —— اور —— ہرقل شاہِ روم —— کو —— "عظیم الروم" —— کے شاندار خطاب سے نوازا۔! نیز ——"کسریٰ شاہِ فارس"—— کو —— "عظیم الفرس"—— کے نام سے مخاطب فرمایا —— !! مگر أَسْلِمْ تَسْلَمْ —— (یعنی اسلام قبول کر، سلامت رہے گا) کا —— جانفزا پیغام —— سب ہی کو —— سنایا —— !!!

ایک خاص بات دیکھنے میں یہ آئی کہ آپ کی طرف سے جو خطوط مبارک ——"آتش پرست"—— اور ——"مشرک بادشاہوں"—— کو لکھے گئے ان میں کفر و شرک کی تذلیل بڑے سخت الفاظ میں کی گئی ہے —— لیکن ایسی ذلّت آمیز عبارت اِن خطوط کی نہیں جو ——"اہلِ کتاب بادشاہوں"—— کو لکھے گئے۔!

سب سے نرم لہجہ اس خط کا ہے جو ——"نجاشی" —— شاہِ حبشہ" —— کو لکھا گیا! —— اس میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہم السّلام کے حفظِ مراتب کے ساتھ ساتھ ——"توحید"—— کی دعوت بھی دی گئی ہے جس کی حقانیّت کو قبول کرتے ہوئے آخر کار "نجاشی"—— ایمان لے آیا اور اسلام کا غلام بن گیا۔! ۷

نجاشی بھی خادم ابوذر بھی خادم
وہ سلطانِ شاہ و گدا بن کے آئے

پس اس سے ثابت ہوا کہ نبیِ اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم مختلف تہذیب و تمدّن اور ماحول میں پرورش پانے والے مختلف اقوام کے سرداروں، پیشواؤں اور بادشاہوں کی طبیعتوں کی افتاد سے خوب واقف تھے چنانچہ آپ نے

ہر شخصیت کے مرتبہ اور مزاج کے مطابق خطوط لکھے ——— اور اسی مناسبت سے ——— "القاب و آداب" ——— بھی استعمال فرمائے۔ اس حقیقت کی عکاسی کے لئے یہاں نمونے کے طور پر دو بادشاہوں کو تحریر کردہ خطوط مبارک پیش کئے جاتے ہیں۔ جن کے تقابلی جائزے سے نبیٔ اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیرت انگیز موقع شناسی کا پتہ چلتا ہے ——— نیز "علم بیان" پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قدرتِ کاملہ کا اندازہ ہوتا ہے۔!!

یہاں یہ فرق بھی بلحوظِ خاطر رہے کہ ان میں سے ایک بادشاہ ——— مجوسی ——— (یعنی آتش پرست) ہے اور دوسرا ——— نصرانی ——— (یعنی عیسائی) ہے۔ ہر ایک کی اپنی منفرد حیثیت ہے جس کے مطابق خطوط لکھے گئے ہیں ——— !!!

ملاحظہ فرمائیے:۔

نامہ گرامی قیصرِ روم "ھرقل عظیم" کے نام

ترجمہ:
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمدؐ کی جانب سے جو خدا کا بندہ اور رسول ہے ـــــ ہرقل قیصر روم کے نام اس پر سلامتی ہو جس نے راہِ راست اختیار کی

بعد ازاں! میں آپ کو اِسلام کی دعوت دیتا ہوں، پس اگر سلامتی منظور ہے تو اِسلام قبول کر لیجئے! اگر آپ نے اِسلام قبول کر لیا تو اللہ تعالےٰ آپ کو دوہرا اجر عطا فرمائے گا اور اگر آپ نے انکار کیا تو ساری قوم کی گمراہی کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے اوپر ہوگی۔ اے اہلِ کتاب! اختلاف و نزع کی ساری باتیں نظر انداز کر کے ایک ایسی بات پر متفق ہو جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں یکساں طور پر مسلّم ہے، وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا ربّ بنائیں! اگر تمہیں اس بات سے انکار ہے تو تمہیں معلوم رہنا چاہیئے کہ ہم بہر حال اللہ کی یکتائی کا عقیدہ رکھتے ہیں!

یہ خط کیا ہے ——— "فصاحت و بلاغت" ——— کا خوبصورت گلدستہ ہے۔! یہاں ——— "موزوں کلمات" ——— کی خوش ترتیبی ——— "محاسنِ سخن" ——— کا حسین مرقع ہے۔!! بلکہ ——— سارا خط ہی ——— اختصار و ایجاز ——— کا اعجاز ہے۔!!!

چنانچہ : "اسلم تسلم" ——— (یعنی : اسلام قبول کر، سلامت رہیگا) کی ——— معنی خیز ترکیب پر ——— صنعتِ اختصار و ایجاز ——— قربان ہوئی جارہی ہے! یہاں اِن دو لفظوں میں پوشیدہ ——— "معانی و بیان" ——— کی وسعتیں ناقابلِ تسخیر ہیں۔!! اللہ اکبر! کیا شان بیان اور حسن کلام ہے کہ اس کے آگے ناطقہ بند اور عقل حیران ہے۔!!

دیکھئے ——— کس خوبصورتی سے خط کے آغاز ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خود کیا ——— "محمد عبد اللہ" (یعنی : محمد، اللہ کے بندے) ——— لکھوا کر عیسائیت کے باطل عقیدے ——— "عیسیٰ ابن اللہ" (یعنی عیسیٰ، اللہ کے بیٹے) ——— کی پہلے ہی تردید فرما دی!

اس کے بعد ——— "سلام علی من اتبع الھدیٰ" ——— میں بلاغت کا کمال دیکھیے کہ ——— "سلام تو اس پر ہے جو ہدایت کی اتباع کرے" ——— چنانچہ ہرقل پر سلام اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ ——— اگر وہ ہدایت کی پیروی کرے ——— یہ آپ کے حسنِ بیان کا کمال ہے! اور پھر اس کے آگے ——— "یؤتک اللہ اجرک مرتین" (یعنی : اللہ تجھ کو دوگنا اجر دے گا) ——— یعنی ایک اجر تو سابق ——— نبیٔ برحق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوّت پر اعتقاد رکھنے کا! اور دوسرا اجر نبیٔ آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان

لانے کا !! ——————

سبحان اللہ ! ——کیا ——حُسنِ کنایہ —ہے —— !! اور یہ جو ارشاد ہوا :۔

فان تولیت فعلیک إثم الأریسین

(یعنی : تو اگر اسلام سے روگردانی کرے گا تو تیری رعایا کے اسلام نہ لانے کا گناہ بھی تجھ ہی پر ہو گا ۔)

مکتوبِ گرامی، خسرو پرویز، شاہِ ایران کے نام

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم من مُحَمَّد رسُول اللہ اِلیٰ کسریٰ عظیم فارس ۔ سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ وآمن باللہ و رسُولہ وشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ وان محمدًا عبدہٗ و رسولہٗ ادعوک بدعایة اللہ عزوجل فانی انا رسول اللہ الی النّاس کافة لا نذر من کان حیا و یحق القول علی الکافرین فاسلم تسلم فان ابیت فان اثم المجوس عیک

ترجمہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ شاہِ فارس کے نام جو ہدایت کی پیروی کرے، اللہ پر اور اس کے رسُول پر ایمان لائے اس پر سلام ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا جو اکیلا اور لاشریک ہے کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اُس کا بندہ اور اُس کا رسُولؐ ہے! اللہ نے مجھے تمام دُنیا کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ ہر زندہ انسان کو اللہ کا خوف دلاؤں اسلام قبول کر لیجئے اور محفوظ ہو جایئے، اگر آپ نے انکار کیا تو تمام مجوسی (زرتشتی) کا گُناہ بھی آپ کے ذمّے ہوگا۔

یہ بلاغت کی انتہا ہے، ! —— کیونکہ یہ قرآنی حکم کے عین مطابق ہے جیسا کہ ارشاد ہوا:۔

"وہ اپنے بوجھ اٹھایئں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور دوسرے بوجھ بھی۔" (سورہ العنکبوت، آیت ۱۲)

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے خطوط مبارک —— قرآنی تعلیمات —— کا عکسِ جمیل اور احکاماتِ الٰہی کی روشن تمثیل ہیں!

؎

آپ آ گئے حیات کا ساماں لئے ہوئے
تاریکیوں میں مشعلِ قرآں لئے ہوئے

یہ فصیح و بلیغ اندازِ بیان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہی کا حصّہ ہے ——— ! یہاں ——— "ایجاز و اختصار" ——— کا جو رنگ جمایا ہے وہ بھی ایک عجوبہ ہے ——— !! ذرا غور فرمایئے ——— "کِسریٰ" ——— کے نام اپنے اِس خط کے آغاز ہی میں آپ نے اپنے لئے "محمّد رسول اللہ" ——— لکھوایا ! ———

اس طرح بڑی مہارت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ——— حسنِ بلاغت ——— کا مظاہرہ فرمایا کیونکہ ——— "کِسریٰ" ——— آتش پرست تھا اور اور رسالت کا قائل ہی نہ تھا جبکہ ——— "ہرقل" ——— عیسائی تھا اور عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ——— اللہ تعالیٰ کے ——— "بندے" ——— نہیں بلکہ ——— بیٹے ——— ہیں ۔ ! (نعوذ باللہ من ذالک) ———

——— لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس طرح شروع ہی میں ——— "ابن اللہ" ——— کے باطل عقیدے کی تردید فرمادی اور خود کو ——— "عبد اللہ" ——— (اللہ کا بندہ) لکھا ——— سبحان اللہ ! صنعتِ بلاغت کا کیا خوب مظاہرہ فرمایا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے اس کے فوراً بعد ——— صنعتِ ایجاز ——— سے کام لیتے ہوئے، چند لفظوں میں اسلام کی دعوت دے دی ۔ ! اور اس میں بھی "یحق القول علی الکافرین" ٥ (یعنی کافروں پر اللہ کی حجت پوری ہو) ——— فرمایا !

——— کیونکہ ——— "کِسریٰ" ——— تو کھرا کافر تھا ! ——— اس لئے ——— "کِسریٰ" ——— کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے ——— "ہرقل" ——— کی طرح ——— "اجرک مرتین" ——— (یعنی : اللہ عزّ وجل

تجھے دوگنا اجر دے گا۔) نہیں لکھا۔! کیونکہ آتش پرست ــــــ "کسریٰ" ــــ کا اعمال نامہ تو ــــــ اجر ــــــ سے بالکل ہی خالی تھا۔ ! ــــــ !! ــــــ !!!

ــــــ حقیقت یہ ہے کہ یہ مکتوبِ گرامی ــــــ الفاظ کی ترتیب و تنظیم کے لحاظ سے ــــــ فصاحت و بلاغت ــــــ کی رنگین بہاریں دکھا رہا ہے! ــــــ اور جگہ جگہ صنائع بدائع کے حسین پھول کھلا رہا ہے ــــــ !!

اس طرح آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا سارا خط ہی باغ و بہار ہے۔!!! اس میں ــــــ "وسعتِ معانی" ــــــ کا بحرِ بے کراں ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔! اور ہر طرف ــــــ "حسنِ بیاں" ــــــ کا اعجازِ قرآن نظر آ رہا ہے۔!!

خط کے آخر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی جو مُہر ثبت ہے وہ ہر مسودے میں ایک ہی طرح کی ہے یعنی اس میں ــــــ "اللہ ج" ــــــ کا لفظ سب سے اوپر ــــــ "رسول" ــــــ کا لفظ درمیان میں ــــــ اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اسم مبارک ــــــ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" ــــــ سب سے نیچے ــــــ !

عکسِ جمیل مُہرِ نبوّت



اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تعلق کی نوعیت کا پتہ چلتا ہے

اس کے برعکس بندوں سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تعلق کا انداز خط کے آغاز ہی میں ہو جاتا ہے ــــــ

جہاں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ــــــ "اپنا اسم مبارک پہلے" ــــــ لکھا اور ــــــ "مکتوب الیہ" ــــــ کا نام بعد میں تحریر کیا۔!!!

حالانکہ اس دور کا دستور تھا کہ امیروں، رئیسوں اور بادشاہوں کو جو خطوط ارسال کئے جاتے تھے ان میں "کاتب" اپنا نام بعد میں لکھتا تھا اور معزز "مکتوب الیہ" کا نام اس کے اعزاز و مرتبہ کے مطابق پہلے لکھا جاتا تھا۔ مگر اس دور کے دستور کے برعکس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ پہلی مثال قائم کی کہ امراء و سلاطین کے نام حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے نامِ مبارک کے بعد میں لکھوائے —— اور وہ بھی —— مقررہ القاب و خطابات کے بغیر! —— اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے تھا کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم جس دینِ متین کے داعی بن کر آئے تھے اس میں ان گمراہ امراء و سلاطین کی کوئی وقعت ہی نہ تھی!

اس طرزِ تخاطب نے اس عہد کے درباروں کو بری طرح حیرت زدہ کر دیا۔ سلاطینِ وقت غصّہ سے بے قابو ہو گئے اور اس کا چرچا جب عوام میں ہوا تو وہ بھی حیران رہ گئے کہ یہ کیونکر ممکن ہوا —— ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ کوئی شخص روم و ایران کے ذی شان شہنشاہوں کو اس جرأت اور بے باکی سے مخاطب کر سکتا ہے! —— !! —— !!!

اس طرزِ تخاطب پر آتش پرست شہنشاہِ ایران —— خسرو پرویز —— کو سب سے زیادہ غصّہ آیا چنانچہ یہ خط سُن کر کسریٰ بھڑک اُٹھا —— انتہائی اشتعال کے عالم میں اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نامۂ مبارک کو اُٹھا کر چاک کر ڈالا —— !!! کیونکہ عربوں کے بارے میں تو اس کا یہی تصوّر تھا کہ وہ ایک طفیلی قوم ہیں جو جنگوں میں فاتحین کی رکاب میں لوٹ مار کے لیۓ دوڑتے ہیں —— اور انعام و اکرام لے کر صحرا میں لوٹ جاتے ہیں، ان کے شیوخ شاہانِ ایران کے وظیفہ خوار رہے

ہیں ۔مگر آج ان کا ایک گمنام شیخ اسے یوں مخاطب کر رہا ہے جیسے وہ
خود شہنشاہ ہو اور ——— "کسریٰ" ——— اس کا ساربان! ———
"کسریٰ" اس کسرِ شان کا کبھی گمان تک نہیں کر سکتا تھا۔! اس لئے وہ
یہ نامہ مبارک دیکھتے ہی بھڑک اُٹھا تھا ——— !!!

بہر حال اس طرزِ تخاطب کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ان درباروں میں
بھی اور ان قبائل عرب میں بھی جو ایران اور رومی سلطنتوں کے ماتحت تھے،
لوگ سوچنے لگے کہ جس ہستی نے اس جرأت و بیباکی سے شاہانِ وقت کو
مخاطب کیا ہے ضرور اس کے پاس کوئی طاقت ہو گی جس کے بل بوتے پر
اس نے یہ جسارت کی ہے۔ نفسیاتی طور پر یہ پہلی کامیابی تھی جو اس طرزِ
تخاطب کے نتیجے میں اسلام کو حاصل ہوئی !!!

صرف یہی نہیں بلکہ حضور افصح العرب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مختلف اوقات
میں گرامی ناموں سے ——— مختلف قبائل کو نوازا تھا۔ ایک خط ———
"بنی ھمدان" ——— کو بھی ان کی اپنی "قبائلی زبان" میں لکھوایا تھا۔
——— اس خط میں ان کے اپنے ——— "علاقائی الفاظ" ———
اور ——— "مقامی روزمرّہ" ——— کا استعمال اس خوبی سے کیا گیا ہے
کہ یہ خط خود ان کی اپنی زبان کا شاہکار بن گیا ہے، جسے پڑھ کر وہ لوگ
اپنائیت کے جذبے سے ایسے سرشار ہوئے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم)
کے ہر حکم پر سو جان سے قربان ہونے کو تیار ہو گئے! یہ سب آپ (صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلّم) کے حسنِ تحریر کا اعجاز تھا۔!!

اس خط کی سادگی و پُرکاری کا صحیح لُطف تو عربی زبان کے ماہرین ہی
اُٹھا سکتے ہیں پھر بھی تبرکاً ایک شہ پارہ پیشِ خدمت ہے۔ دیکھیے

! ——— اگرچہ یہ نغمہ نہیں لیکن اس میں غنائیت موجزن ہے ———

اگرچہ یہ شاعری نہیں، لیکن اس میں شعریت رچی بسی ہوئی ہے!

لیجئے ——— آپ بھی پڑھیئے اور لطفِ سخن اٹھایئے:۔

اقتباس از نامۂ گرامی، بنام بنی ہمدان

اِنّ لکُمْ فِراعَھا و وِھاطَھا وَ عَزارَھا تأکلُونَ عِلافَھا وَ ترعَوْنَ عِفاءَھا لنا مِن دَفئِھِمْ وَ صِرامِھِمْ وَ سلّمُوا بالمیثاقِ وَ امانۃِ، وَلھُمْ مِنَ الصّدقۃِ الثِّلبُ وَالنّابُ وَالفَصِیْلُ وَالْفارِضُ الدّاجِنُ والکبشُ الحواریّ وعلَیھِم فیھا الصّالِحُ والقارِحُ ○ [1]

"اے بنی ہمدان! ——— تمہارے لئے نشیب و فراز اور سنگ ریزوں والی زمین ہے ——— پس تم (بڑے مزے سے) اس کی پیداوار کھاؤ ——— اور اس میں (اپنے جانور) بے روک چراؤ ——— ہمارے لئے ان مولیشیوں اور غلے کے خرمنوں کا دہی حصّہ ہے جو وہ (اپنے عہد و پیمان کے مطابق) امانت کے ساتھ ادا کریں گے"!

مندرجہ بالا اقتباس میں الفاظ کا ——— حسنِ انتخاب ——— لاجواب ہے، جس میں ——— معانی و مطالب ——— کا اِک ——— جہان لامحدود ——— آباد ہے۔ دیکھیئے یہاں:۔

فِراعَھا وَ وِھاطَھا وَ عَزارَھا وَ عِلافَھا،

عِفاءَھا اور ——— دِفئِھِمْ و صِرامِھِمْ ———

ہیں ــــــ "نظم و ترتیب" ــــــ اور ــــــ "حسنِ تالیف" ــــــ
کی جو آن بان ہے، ــــــ وہ "زبان و بیان" کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔
ــــــ پوری عبارت ہیں ــــــ "معانی کی پہنائی" ــــــ اور ــــــ
"ایجاز و اختصار" ــــــ کی جو رعنائی رچی بسی ہوئی ہے وہ "توفیقی" ہے جو
"فصاحت و بلاغت" ــــــ سے بالاتر چیز ہے۔!

تعزیت نامہ

انسانی زندگی میں کسی چہیتے کی ناوقت موت، غم کے پہاڑ توڑتی ہے ایسے اندوہناک وقت میں غم زدوں کی تسلّی دینے کے لئے موزوں الفاظ نہیں ملتے ایک ایسے ہی موقع پر جبکہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے پیارے صحابی ــــــ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، محاذِ جنگ پر تھے، پیچھے ان کا لڑکا فوت ہوگیا! ــــــ ایسے نازک وقت میں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے انتہائی مؤثر انداز میں ان سے تعزیت فرمائی ــــــ! "علم کلام" ــــــ یہاں لاکلام ہے اور ــــــ "علم بیان" ــــــ ششدر و حیران! ــــــ ملاحظہ فرمایئے:۔

حضور اقدس کا مقدّس نامہ حضرت معاذ بن جبل کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(اے میرے پیارے صحابی) دراصل ہماری جانیں، ہمارے اہل و عیال اور ہمارے مال و دولت ہمارے پاس اللہ کی بخشی ہوئی امانتیں ہیں، سو اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہے۔ ہم اُن سے لطف اندوز ہوتے رہتے

ہیں —— اور جب چاہتا ہے وہ اپنی امانتیں ہم سے واپس لے لیتا ہے —— تمہارا فرزند بھی اللہ پاک کی ایک اچھی امانت تھا —— سو اس نے جب تک چاہا تمہاری آنکھوں کو اس سے ٹھنڈا رکھا —— اور جب چاہا اسے تم سے اجرِ عظیم کے بدلے میں واپس لے لیا —— !

اب اگر تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ اس صدمہ پر تمہیں اللہ تعالےٰ کے یہاں کس قدر —— اجرِ عظیم —— ملنے والا ہے —— تو یہ صدمہ تمہیں حقیر نظر آنے لگے —— سو بس اب اللہ تعالیٰ کے اس وعدے سے تمہارے غم کا بوجھ ہلکا ہو جانا چاہیئے !

دیکھو ! —— کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری گھبراہٹ، اجر کو ضائع کر دے !! —— اور پھر تم کو اپنی اس محرومی پر نادم ہونا پڑے —— کیونکہ محروم تو وہی ہے جو ثواب سے محروم رہا ! —— لہٰذا تم میں یہ دو باتیں ایک ساتھ جمع نہ ہونا چاہئیں —— (یعنی اپنے بچے کی محرومی کے ساتھ ساتھ ثواب سے بھی محرومی۔)

(یاد رکھو کہ) —— رونے دھونے سے کوئی مرنے والا واپس نہیں آجاتا —— اور نہ ہی اس سے غم کی مصیبت ٹل سکتی ہے (البتہ بے صبری سے اس کا ثواب جو کروڑوں گنا زیادہ ہے، ضائع ہو جاتا ہے۔)

اِس لئے (اے میرے پیارے صحابی) —— حُسنِ جزا —— حاصل کرو —— !

(بس اَب) تمہاری مصیبت کا غم اس تصوّر سے زائل ہو جانا چاہیئے کہ یہی موت تم پر بھی نازل ہونے والی ہے —— بلکہ یوں تصوّر کرو کہ جیسے تم پر نازل ہو چکی ہے ! [1] —— والسّلام —— !!

---

[1] رسالت نبویہ : ص، ۲۷۷، صبح الاعشی : ۹ : ۸۰، جمہرۃ رسول العرب : ۱، ص ۶۵

باب نمبر ٦

احادیثِ مقدّسہ

کی

فصاحت و بلاغت

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۝ (النحل: ۱۲۵)

(ترجمہ: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔ اپنے ربّ کے رستے کی طرف حکمت اور اچھے وعظ و نصیحت کے ساتھ دعوت دیجیے اور ان لوگوں سے بحث و مباحثہ کی نوبت آئے تو احسن طریقہ سے استدلال فرمائیے۔)

تیرا سخن ہے وحیِ خداوندِ دوجہاں
روشن ترے فروغِ تجلّے سے شش جہات

احادیثِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) غیبی عطیہ ہیں ——— قدرت کا انعام ہیں ——— فطرت کی غمّاز ہیں ——— گویا ؎

"انسان کے پردے میں خدا بول رہا ہے"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی احادیثِ مقدسہ پر ——— "فصاحت سماوی" ——— کی قدرتی مہریں ثبت ہیں ——— پھر بھلا کس کی مجال کہ احادیث نبوی کی فصاحت و بلاغت کی تعریف و توصیف کا حق ادا کر سکے۔ ؎ "سر قلم ہیں یہاں قلم کے قلم"

پھر بھی یہ جسارتِ خامہ فرسائی، محض حصولِ برکت اور اپنے قلم و قرطاس کو انوارِ نبوّت سے زینت بخشنے کے لئے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم، عربوں کی زبان دبیان اور مختلف لہجوں کی وسیع معلومات رکھتے تھے اور پھر اپنی نبوی ذکاوت سے آپؐ خود ——— "نئے نئے اسالیب"[1] ——— تراش لیا کرتے تھے ——— اپنے لاجواب فہم و فراست سے "دقیق دینی مسائل" اور "پیچیدہ فقہی مطالب" کے لئے ——— "نئے نئے الفاظ" ——— اور ——— "انوکھی اصطلاحات" ——— وضع فرمالیا کرتے تھے۔!

——— آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو نادر ——— "تشبیہات" ——— اور ——— "بے مثل تمثیلات" ——— پر پورا پورا عبور حاصل تھا ——— ! "حکیمانہ کلام و خطاب" اور "برجستہ حُسنِ جواب" پر حیرت انگیز قدرت حاصل تھی۔ جیسے ؎

ابھی سمجھتے سمجھتے زمانہ سمجھے گا
بہت دقیق ہے تیرے سخن کی گہرائی

---

[1] اسالیب (اسلوب کی جمع) ہر ادیب کا اپنا ایک مخصوص اندازِ بیان ہوتا ہے جو اسلوب کہلاتا ہے۔

کہ کہ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں "ظاہری چمک دمک" کے ساتھ ساتھ "انتہائی معنوی گہرائی اور انتہائی وسعتِ پنہائی پائی جاتی ہے ــــ عبارت کے "حسنِ ترتیب و تالیف" میں بلا کی "جدّت و ندرت" نظر آتی ہے ــــ غرضیکہ آپ کو "برمحل اور موزوں الفاظ" کے استعمال کی بڑی مہارت اور "برجستہ اندازِ بیان" پر آپ کو کامل قدرت حاصل تھی۔ ثبوت کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانی احادیثِ مبارکہ کے چند نادر نمونے پیش کئے جاتے ہیں ــــ ملاحظہ فرمایئے :۔

كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ ــــ سبحان اللہ وبحمدہٖ[1]

خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ــــ سبحان اللہ العظیم[1]

ثَقِيْلَتَانِ فِى الْمِيْزَانِ

(ترجمہ : (یہ) دو کلمے، اللہ کو پیارے ــــ زبان پر ہلکے اور میزان میں بھاری ہیں)

دیکھئے۔! یہاں حدیث شریف کا تاروپود کچھ اس خوبصورتی سے بنا گیا ہے کہ اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ نثر میں ہے یا نظم میں ــــ ! ــــ "مسحور کن حسنِ ترتیب" ــــ اور ــــ "جادو اثر زورِ بیان" ــــ اوجِ کمال پر ہے ــــ اگر یہاں :۔

حبیبتان ــــ خفیفتان ــــ اور ثقیلتان کو "موزوں قوافی" کہا جائے ــــ ! تو :۔

الی الرّحمٰن ــــ علی اللسان اور فی المیزان ــــ "حسین ردیفیں" معلوم ہوتی ہیں ــــ !! اسی کے ساتھ :۔

خفیفتان ــــ علی اللسان ــــ کہہ کر "تنافر" اور "تعقید" کی نفی

---

[1] عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

دی ہے —— !!! نیز ان کے مانوس اور کثیر الاستعمال ہونے کا ثبوت دیا گیا ہے —— ! اور پھر —— ثقیلتان —— فی المیزان کہہ کر ان کے عظیم اجر و ثواب کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔

یہ ساری اہم خصوصیات بیان کرنے کے بعد جب سننے والے کا شوق و تجسس انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو آخر میں وہ دو کلمے بیان کر دیئے جو فصاحت و بلاغت کی جان ہیں —— یعنی: سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم ○

دیکھیے ! ترغیب دلانے کا یہ انداز کس قدر نرالا اور دلکش ہے اور پھر ان مقدس کلمات کے —— آب دار موتیوں کو حسنِ ترتیب و تنظیم اور تنیق کے ساتھ کس خوبصورتی سے ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔ اس موقع پر حضرت اُم معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول یاد آتا ہے:۔ وہ فرماتی ہیں:۔

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو موتیوں کی لڑی میں پروئی ہوئی، الفاظ نہ ضرورت سے کم نہ زیادہ —— آپ نہ کوتاہ سخن اور نہ طویل گو"[1]

محاکات
(پیکر تراشی)

محاکات بھی محاسنِ سخن میں داخل ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ متکلم اس انداز سے کلام کرتا ہے کہ اس کی ایک خیالی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ اس کے بھی دو پہلو ہیں ایک "لسانی" اور دوسرا "نفسیاتی"! اس طرح سامع اس حسنِ کلام سے بھی متاثر ہوتا ہے اور خیالی منظر سے بھی محظوظ

---

[1] علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ: الشفاء ج: ۱، ص: ۱۷۸

ہوتا ہے ——!

نبیٔ اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزولِ ثانی کی تصویر زیبا نہایت دلکش انداز میں کھینچی ہے۔ یہ حُسنِ محاکات کا اعجاز ہے! ملاحظہ فرمائیے :۔

"بَیْنَ مُمَصَّرَتَیْنِ وَاضِعاً کَفَّیْہِ عَلیٰ اَجْنِحَۃِ مَلَکَیْنِ اِذَا طَأْطَأَ رَاْسَہٗ قَطَرَ وَاِذَا رَفَعَہٗ تَحَدَّرَ مِنْہُ جُمَانٌ"۔ [1]

(ترجمہ :۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زعفرانی رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے، دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے، جب وہ سر جھکائیں گے تو ایسا محسوس ہوگا کہ پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں اور جب سر اُٹھائیں گے تو موتی کی طرح قطرے رُلتے نظر آئیں گے۔)

اس جزوی حدیثِ گرامی میں جامہ زیبی کی وضاحت بھی ہے —— اندازِ نزول کی دلکشی بھی ہے اور سرِ مبارک کی گہر ریزی کا امتیازی وصف بھی! اسے پڑھتے ہی آنکھوں کے سامنے ہو بہو ایک تصویر کھنچ جاتی ہے —— جیتی جاگتی تصویر ——!

اس طرح یہاں محاکاتی اندازِ بیان نے حسنِ کلام میں چار چاند لگا دیئے ہیں —— انتخابِ روزگار کا یہ کلام منتخب ہے —— "غرابت" سے خالی —— "تنافر" سے پاک —— "تعقید" سے مبرا —— "مخالفتِ قیاسِ لغوی" سے منزّہ —— اور

---

[1] عن النواس بن سمعان : مسلم - ترمذی - ابن ماجہ

محاکات کے گوہر تابندہ ——— سے مرصّع ——— ! سبحان اللہ ! ——— سبحان اللہ !

ع

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بے ادبی است

ایک اور حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے :-

○ مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ ، مَا عَالَ مُقْتَصِدٌ ○

(ترجمہ: درمیانہ روش اختیار کرنے والا کبھی کنگال نہیں ہوتا۔)

یہ حدیثِ گرامی کیا ہے گویا ادبی نیرنگیوں کا قوس و قزح ہے۔ خصوصاً دوسرے جملے کی موزونیت سے جو دل آویز موسیقی پیدا ہو رہی ہے وہ سماعت میں رس گھول رہی ہے۔ یہاں ——— "صنعت تضاد" ——— "حسنِ تشبیہہ" ——— اور ——— "علمِ عروض" ——— کے محاسنِ ادب کی تمام نیرنگیاں سمٹ آئی ہیں۔ اس میں نثر کی سادگی بھی ہے اور نظم کی دلکشی و رعنائی بھی ! ——— اس طرح یہ حدیث شریف خوبصورت نثر و نظم کا حسین مرقع ہے !!

لَوْلَا بَهَائِمُ رُتَّعٌ وَّشُيُوْخٌ رُكَّعٌ وَ اَطْفَالٌ رُضَّعٌ لَصُبَّ عَلَيْكُمُ الْعَذَابُ صَبًّا وَّ لَرُصَّ رَصًّا ○ (حدیث شریف)

(ترجمہ: اگر چرنے والے چرند، خمیدہ کمر بوڑھے اور شیر خوار بچے نہ ہوتے تو بے تکلف تم لوگوں پر عذابِ الٰہی ٹوٹ کر برستا اور عذاب کے شکنجے میں جکڑ دیئے جاتے !)

حدیثِ مبارکہ کا پورا جملہ ——— "شرط" ——— اور ——— "جزا" ———

کا مرکب ہے جس میں ——— "موصوف" ——— سے زیادہ ——— "صفات" ———
قابلِ غور ہیں۔ یعنی :-
——— "رُتّعٌ" ——— رُکّعٌ ——— رُضّعٌ" ——— !
——— کس قدر ——— "متوازن" ——— اور ——— "مقفیٰ" ———
صفات ہیں گویا سلکِ کلام میں ——— "صفات" ——— کے موتی پرو دیئے
ہیں ——— !! ——— "قافیہ" ——— کا ——— حسن وجمال ——— اور ———
"جملہ" ——— کا ——— حسنِ ترتیب و تالیف ——— قابلِ دید ہے۔ اس
——— مرکبِ توصیفی ——— کو تواتر کے ساتھ پڑھنے میں زبان بھی مزے
لیتی ہے اور کان بھی لُطف اندوز ہوتے ہیں ——— ! ؎

زبان پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

اس مرصع نثر پہ ہزاروں نظمیں قربان ہیں ! ——— دیگر یہ کہ اس میں
——— "شُیوخٌ ——— رُکّعٌ ——— کے پُر زور الفاظ ———
پیرانِ خمیدہ کمر ——— کی متحرک تصویر پیش کرتے ہیں !! ——— اس طرح
——— یہ حدیثِ شریف کیا ہے ؟ ——— دلکش موسیقی، دل آویز ترنم
اور دل نواز نغمگی کا حسین مجموعہ ہے !

" گفتگو خوشبو کے لہجہ میں سکھائی آپ نے"

○ ——— ان اللہ یحب العبدَ التقی الغنی الخفی ○ [1]

(ترجمہ : اللہ تعالیٰ، متقی، غنی اور گمنام بندے کو پسند فرماتا ہے !)
سبحان اللہ ! ——— کیسے محبوب انداز میں اللہ تعالیٰ کی پسند کی تعریف
کی گئی ہے ——— !

حالانکہ ہر شخص کی یہ دلی آرزو ہوتی ہے کہ وہ مشہورِ خلائق ہو ——— لوگ اسے دیکھیں، سنیں اور اس کی تعریف کریں! یہی وجہ ہے کہ شہرت حاصل کرنے کے لیئے آدمی لاکھ جتن کرتا ہے۔

لیکن شہرت و ناموری کا ایسا اظہار جس میں دولت و ثروت کی بے جا نمائش ہو، اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے — اب ذرا اس حدیث شریف کی خوبصورت ساخت پر غور کیجیئے — جملے کے ابتدائی لفظ — "اِنَّ" — سے اندازِ بیان میں زور پیدا کیا گیا ہے! — اس کے بعد —— فاعل ایک — اور — مفعول تین ۳ — ہیں! — فاعل — اور —— مفعول —— کی طرح —— موصوف بھی —— ایک —— اور اس کی صفات بھی —— تین ۳ —— ہیں۔ اور پھر صفات اور موصوف میں بڑی خوبصورت ہم آہنگی بھی ہے۔ دیگر یہ کہ موصوف کے ساتھ صفات بھی —— مذکر —— ہیں —— اور —— موصوف —— کے ساتھ صفات بھی —— منصوب —— ہیں ——![لہ]

یہ محاسنِ سخن ہیں۔! جو اس حدیث شریف میں جمع ہو گئے ہیں۔ حدیثِ مبارکہ کی امتیازی ادبی شان یہ ہے کہ اس میں —— صفت —— تنسیق الصفات —— جلوہ گر ہے۔ یہ صفت کلام میں اس وقت واقع ہوتی ہے جب —— موصوف "واحد" —— اور —— صفات "متعدد" —— ہوں۔ یہاں بھی ایک موصوف —— عبد —— ہے اور اس کی تین ۳ صفات ہیں یعنی —— تقی، غنی اور خفی —— قرآن شریف کی بیشتر سورتوں میں یہ خوبصورت صفت پائی جاتی ہے۔ غرضیکہ حدیثِ مبارکہ کی خوبیاں

لہ " منصوب " کے معنی ہیں : نصب کیا ہوا۔ قائم کیا ہوا۔

کہاں تک گنائی جائیں اس پر —— فن و ادب کی ساری رعنائیاں —— نثار ہوئی جا رہی ہیں۔

○ — کیف النعم و صاحب الصور قد لقمہ و اصغیٰ سمعہ و قنیٰ جبہتہ ینتظر یؤمر بالنفخ ۰ [1]

(ترجمہ: میں عیش و عشرت کی زندگی کیونکر گزاروں در آنحالیکہ صاحب الصور منہ میں صور لیئے، کان لگائے ہیں کہ (حکم الٰہی ملے اور وہ صور پھونکیں۔)

افصح الخلق رسولِ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ ارشادِ عالی بذاتِ خود صورِ اسرافیل سے کچھ کم نہیں —— عیش و عشرت میں گرفتار اور خوابِ غفلت میں سرشار لوگوں کو چونکانے کے لئے یہ بجائے خود ایک صور ہے ——!!

★ —— "کیف النعم" —— میں عیش و عشرت کی زندگی کیونکر گزاروں؟ (یعنی ہرگز نہیں گزار سکتا!) —— یہاں اس فعل میں —— "اقرار" —— کے انداز میں —— "انکار" —— کا پہلو نمایاں ہے! —— یہ بھی زبان و بیان کی خوبی ہے۔

★ —— اس فعل کا ایک حسین پہلو یہ بھی ہے کہ —— رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بات تو اپنے لئے فرما رہے ہیں مگر مخاطب سارے اُمتی ہیں —— جی ہاں! یہ بھی نبوی اندازِ بیان کا ایک حسین پہلو ہے ——!

★ —— اس کے علاوہ یہ فعل —— "محاکات" ——

---

[1] ابوسعید خدری، ترمذی شریف۔

سے بھرا ہوا ہے اور بذاتِ خود —— "مرقع محشر" —— ہے
اسے پڑھتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی حیاتِ طیبہ کے جانگداز واقعات
زندہ تصویر بن کر نظروں کے سامنے پھر جاتے ہیں۔ !!!

★ —— یہاں —— "صاحب الصور" —— کا کنایہ حضرت
اسرافیل علیہ السلام کی طرف ہے۔

★ —— "اصغیٰ" —— کے معنی ہیں !! "ہمہ تن گوش بر آوازہ ہونا"
(یعنی: کسی بات کو سننے کے لیئے پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ کان لگانا۔)
یہ فعل اللہ تعالیٰ کے حضور اس عظیم فرشتے کے طرزِ ادب کو ظاہر کرتا ہے!

★ —— "وقنیٰ جبھتہ" —— یعنی پیشانی کو جھکائے
ہوئے۔ اس سے بھی عجز و نیاز کا اظہار ہوتا ہے۔ یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام
جو سرخیلِ ملائکہ ہیں وہ بارگاہِ الٰہی میں سرِ نیاز خم کیئے ہوئے کھڑے ہیں اور
(یفعلون و ما یومرون) کی عملی تفسیر بنے ہوتے ہیں۔ !

★ —— غرضیکہ حدیث شریف کے ان تینوں جملوں میں انتہائی درجہ
کا حسن و جمال سمویا ہوا ہے۔ ہر جملے میں حسین مصوری کا وصف خاص موجود
ہے —— اور تینوں برمحل جملے مل کر واقعہ کی ایک سچی، متحرک اور جیتی جاگتی
تصویر پیش کر رہے ہیں —— !! —— آخری جملہ جو تصویر پیش کرتا ہے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویرِ ذوقِ بندگی نے پیش کی ہے۔ کلام کا یہ
کمال —— "محاکات" —— کہلاتا ہے جو بجائے خود زیورِ کلام
ہے! ——

حقیقت یہ ہے کہ یہاں "موزوں" اور "مانوس الفاظ" کا انتخاب
لاجواب! —— "قرآنی افعال و مشتقات" —— کا اجتماع! ——

اور پھر —— "حسین بندش" —— اور —— "دل آویز ترکیب"
—— سے جملے کی بناوٹ! یہ سب لوازمہ، ادب کا حسین شاہکار
ہے جسے دیکھ کر ذوقِ سلیم پکار اٹھتا ہے کہ مصوّرِ حقیقی کے حضورِ حقیقی
تصویر کا یہی اندازِ نیازمندی ہونا چاہیئے —— ! —— یہی تو "فصاحت"
کا اعزاز ہے ! —— اور بلاغت کا یہی طرۂ امتیاز ہے !!

غرضیکہ احادیثِ نبوی میں خوشگوار آہنگِ صوتی جو ہر جگہ رواں دواں
ہے وہ ایک قسم کی موسیقیت پیدا کرتا ہے اسی کے ساتھ معنوی ارتباط ——
ضمائر کی ہم آہنگی —— مفعول یا متعلقاتِ فعل کا حذف کرنا ——
نکرہ کی جگہ نکرہ —— معرفہ کی جگہ معرفہ —— برمحل تقدیم —— موزوں
اور خوبصورت تاخیر —— لفظی و معنوی زینت —— نمایاں خوبیاں ہیں !

۵ کلامِ شارحِ قرآں کے نقطے نقطے کو
فروغِ علم کا سیلابِ بیکراں کہیئے

اب ایک اور حدیث شریف کے درج ذیل شہپارے میں حسنِ صوت
کا یہ مظاہرہ دیکھیے :-

(۱) —— "والذی نفسُ محمدٍ بیدہٖ لوددتُ اِن اغزو
فی سبیل اللہ فاقتلُ ثُمَّ اَغزُو فاقتل ثمَّ
اَغزو فاُقتل" ۞ [1]

(ترجمہ : قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کی جان ہے میری یہ آرزو ہے کہ میں اللہ کی راہ میں غازی
بن کر نکلوں —— پھر شہید ہو جاؤں —— پھر غازی

---

[1] عن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، مسلم شریف : باب جہاد -

بن کر نکلوں ــــ اور ـــــ شہید ہو جاؤں .)

یہاں : لوددت ان اغزو فی سبیل اللہ ـــــ فاقتل ثم اغزو فاقتل ـــــ یہ عبارت قابلِ غور ہے :۔

حدیثِ مبارکہ کے ان گھٹے بندھے چھوٹے چھوٹے دو خوبصورت جملوں سے جو دلآویز موسیقیت اُبھر رہی ہے وہ انسانی کلام کے فنِ نغمگی کی معراج ہے! زبان و ادب کے نقطۂ نظر سے ان حکیمانہ ادب پاروں پر جب غور کرتے ہیں تو یہ فصاحت و بلاغت کے انمول موتی معلوم ہوتے ہیں ـــــ چھوٹے چھوٹے کلمات جو ـــــ "مجازی تراکیب" ـــــ سے آراستہ و پیراستہ ہیں ـــــ حکمت و دانائی کے شاہکار ہیں اور معنی و مفہوم کے لحاظ سے انتہائی جامع اور نہایت پُر مغز ہیں، گویا کہ ـــــ کوزے میں دریا بند ہے!

احادیث نبوی اپنی دعوتی افادیت کے علاوہ اعلیٰ ادبی اقدار کی بھی حامل ہیں۔ احادیث شریف دُنیائے ادب کے وہ شہ پارے اور نوادرات ہیں جن کی مثال انسانی لٹریچر میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی ـــــ!

غرضیکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی تمام احادیثِ مقدسہ ـــــ لسانی و بیانی اوصافِ زرّیں سے مزّین ہیں ـــــ اور ـــــ فصاحت و بلاغت کی رعنائیوں سے آراستہ و پیراستہ ہیں! مثال کے طور پر درج ذیل حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے، جس میں چند مختصر سے پاکیزہ جملے ہیں جن سے ایمان و عمل کے شیریں چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ یہ اکیلی ایک حدیث کامیاب زندگی کی ضامن ہے۔ اس میں دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود مضمر ہے۔ نیز یہاں ـــــ "فصاحت و بلاغت" ـــــ کی آئینہ بندی اور

"ایجاز و اختصار" کی جلوہ گری، بجائے خود ایک معجزہ ہے!

عن ابی هريرة قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَ سَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَدْنٰهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَ الْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ ۝ [1]

(ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — کہ ایمان کی ستّر سے اوپر شاخیں ہیں۔ ان میں سب سے افضل — "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ" کہنا ہے اور سب سے ادنیٰ، راستے سے اذیت رساں چیز کا ہٹا دینا — اور "حیا" — "ایمان" — کا ایک شعبہ ہے)

صحیح بخاری شریف کے فاضل شارح حضرت علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح صحیح بخاری موسومہ بہ فتح الباری میں اس حدیث مبارکہ کی توضیح و تشریح کرتے ہوئے ان ستّر سے زیادہ شعبوں کی تفصیل بیان کی ہے، جو ہمارے دل، زبان اور بدن کے اعمال سے تعلق رکھتے ہیں اور ان میں سے بعض کا تعلق ہماری خاندانی، معاشرتی اور اجتماعی زندگانی سے ہے!

اس طرح ایمان کی ستّر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں جو صرف ایک ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجزن ہیں — یہ — "ایجاز" بھی بلاغت کا وصفِ خاص ہے — اور پھر — ایسا — "ایجاز" اور — "وسعتِ معانی" — رکھنے والی احادیث بکثرت ہیں

---

[1] (متفق علیہ) — (رواہ بخاری و مسلم شریف)

باب نمبر ۷

نیک معاہدے، مقدس منشور
اور
خوبصورت دستاویزات

نیک معاہدے ـــ مقدس منشور
اور
خوبصورت دستاویزات

حضرت ترجمانِ حق افصح الخلق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جو معاہدے کیئے ـــــــ احکامات دیئے ـــــــ اور دستاویزات تیار کرائیں ـــــــ وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ـــــــ فصاحت و بلاغت ـــــــ کے لازوال حسن و جمال کی آئینہ دار ہیں - زیادہ دور نہ جایئے ـــــــ "میثاق مدینہ" ہی کو لیجئے ـــــــ اس کی خوبیوں پر غور کیجئے ـــــــ اس میں ایک جہانِ خیر و خوبی آباد ہے! ـــــــ انسانیت کی فلاح و بہبود اور مسلمانوں کے حال و مستقبل کی تعمیر و ترقی کا بہترین سامان موجود ہے۔

میثاقِ مدینہ

تاریخِ انسانیت کا یہ سب سے پہلا منشور ہے ـــــــ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مہاجرین و انصار و یہودیوں کے درمیان مدینہ منورہ میں تحریر کرایا۔ دُنیا کا یہ سب سے پہلا ـــــــ بین الاقوامی معاہدہ ـــــــ ہے جبکہ عیسائی دُنیا کا سب سے پہلا معاہدہ ـــــــ "میگنا کارٹا" ـــــــ ہے جو ـــــــ "میثاق مدینہ" ـــــــ کے کہیں چھ سو سال بعد جا کر طے پایا ـــــــ جی ہاں! ـــــــ "میثاقِ مدینہ" ـــــــ کے چھ سو سال بعد ـــــــ "میگنا کارٹا" ـــــــ عالم وجود میں آیا۔

چنانچہ مورخِ دوراں ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (پیرس یونیورسٹی) لکھتے ہیں:۔

"میثاق مدینہ" ـــــ تاریخِ انسانیت کا پہلا تحریر شدہ دستور ہے۔[1]

اِس طرح نبیِ اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے

کیا وہ کام کہ دُنیا کا بن گیا دستور
کہی وہ بات کہ ارض وسمانے دھرائی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس بے نظیر و بے مثال معاہدے میں عربوں کی جنگجویانہ فطرت کی بڑھی چڑھی ہوئی بے اعتدالیوں کو راہِ راست پر لانے کیلئے ـــــ بڑی دانشمندی سے شرائط کو مرتب کیا ہے جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی سیاسی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ـــــ یہاں الفاظ کی جامعیت بھی ہے ـــــ اور ان کی تالیف میں بڑا زور واثر بھی ہے ـــــ انتہائی ـــــ "ایجاز واختصار" ـــــ سے کام لیتے ہوتے ـــــ نہایت وسیع مضمون کو، چند لفظوں میں، بڑی خوبصورتی سے بیان کر دیا ہے! ـــــ یہ آپ کے کلام کا حُسنِ اعجاز ہے!!!

نمونے کے طور پر ـــــ میثاقِ مدینہ ـــــ سے ایک شہ پارہ پیش کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمایئے:۔

○ "المهاجرين من قريش على ربعتهم يتعاقلون بينهم وهم يفدون عانيهم بالمعروف والقسط بين المؤمنين ○"[2]

---

[1] ڈاکٹر محمد حمید اللہ: عہد نبوی میں نظامِ حکمرانی، ص: ۲۸۲

[2] بیرادِ ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک بن ہشام حمیری: سیرت ابن ہشام مطبوعہ مصر ۱۳۷۵ھ ص: ۳۴۶-۳۴۵

(ترجمہ : مہاجرین قریش حسبِ دستور خون بہا ادا کریں گے اور اپنے اسیروں کا فدیہ دیں گے تاکہ ایمان والوں میں نیکی اور انصاف قائم رہے۔)

اس ارشادِ مبارک میں ـــــ فصاحت و بلاغت ـــــ کے خوبصورت اسالیب اور ـــــ ایجاز و اختصار ـــــ سے آراستہ و پیراستہ تراکیب پر غور کیجئے چند لفظوں میں کتنے وسیع مفہوم کو کس خوبصورتی سے ادا کر دیا گیا ہے ـــــ گویا سمندر کو کوزے میں بھر دیا ہے ـــــ!!

صلح نامہ حدیبیہ

حضور افصح الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کے ـــــ تحریری معاہدے ـــــ "غیر مانوس الفاظ" ـــــ سے قطعی پاک ہوتے تھے ـــــ!

"ثقیل الفاظ" ـــــ سے آپ انتہائی حد تک گریز کرتے تھے!

اور ـــــ "پیچیدہ انداز بیان" ـــــ کو قطعی ناپسند فرماتے تھے!!

آپ ہمیشہ ـــــ سیدھی سادی اور دلکش و دلنشیں طرزِ ادا کو اپناتے تھے!!!

چنانچہ ـــــ "صلح نامہ حدیبیہ" ـــــ کے حسنِ تحریر کا اوج کمال دیکھ کر، خود علم و ادب کا سر فخر سے اونچا ہو جاتا ہے ـــــ! اس کے شہ پاروں میں ـــــ "جملوں کی جدید ترتیب" ـــــ پر فصاحت ـــــ کو ـــــ رشک آتا ہے ـــــ!!

یہاں ـــــ "معنویت کی گہرائی" ـــــ اور ـــــ مطلب کی گیرائی ـــــ پر خود ـــــ بلاغت ـــــ کو وجد آتا ہے ـــــ!!!

یہ صلحنامہ ـــــ اپنے دور رس مفہوم و مطلب کے لحاظ سے انتہائی مختصر ہوتے ہوئے بھی ـــــ نہایت وسیع ـــ ہے!! اور پھر اس ـــــ اختصار ـــــ کے باوجود اس کے کلمات کا ـــــ "حسنِ تالیف" ـــــ اور جملوں کی ـــــ "سلاست و روانی" ـــــ بے مثال و بے نظیر ہے ـ!

یہاں ـــــ موزوں الفاظ ـــــ کے حسنِ انتخاب میں "حسن صوتی" ـــــ جلوہ آرا ہے ـــــ!

اسی کے ساتھ اس میں ـــــ "وسعتِ معانی" ـــــ بھی پنہاں ہے!

اس طرح یہ معاہدہ عربی زبان کا شاہکار عظیم قرار پایا ہے!!!

نمونے کے طور پر اس کا ایک شہ پارہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے :-

"وَاِنَّ بیتاً غیبۃ مکفوفۃ ولا اسلال ولاَ اغلال" ۞ [1]

(ترجمہ: پچھلی کدورتیں، مخالفتیں اور جنگیں بھولی بسری کر دی جائیں اور آئندہ نہ کبھی تلوار نکالی جائے اور نہ ہی چوری اور خیانت کی جائے)

غور فرمائیے ـــــ زبان و بیان کے لحاظ سے عربی کے یہ دو فقرے ـــــ "وسیع معانی" ـــــ کا بحرِ ذخار ہیں! ساتھ ہی ساتھ ـــــ "حسنِ تالیف" ـــــ کا بھی فنا ہکار ہیں۔

اس میں ـــــ "جملوں کی سلاست" ـــــ اور ـــــ "تحریر کی روانی" ـــــ کا وہی عالم ہے جو نبیٔ اُمّیؐ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے مکتوبات شریف کا وصف خاص ہے۔

---

[1] ابنِ ہشام، ابو محمد عبد المالک بن ہشام حمیری: سیرت ابنِ ہشام مطبوعہ مصر ۱۳۷۵، ص: ۴۵، ۴۶

غرضیکہ آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم) نے اپنے عہد ناموں اور معاہدوں میں "نامانوس" اور "غریب الفاظ" سے قطعی اجتناب کیا! اور ہمیشہ ——— "وسیع المعانی الفاظ" ——— کا استعمال فرمایا، جن سے مفہوم پوری طرح واضح ہو جاتا ہے ——— اور بات ہر سطح ذہن کے آدمی کی سمجھ میں اچھی طرح آجاتی ہے۔

"کمالِ معنوی" ——— کے لحاظ سے ان میں فکر کی گہرائی اور انتہا درجہ کی دانائی کارفرما ہے ———

"لفظی و معنوی خوبیوں" ——— کے اعتبار سے ان معاہدوں کی ساری عبارت ہی ——— "ندرتِ بیان" ——— کا نکھرا اور ——— "حسنِ تالیف" ——— کا جھمکڑا ہے۔!!

غرضیکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے زیرِ نگرانی تیار کردہ سارے ہی عہد نامے "آفاقی فصاحت و بلاغت" کے نادر جواہر پارے ہیں، جن پر انوارِ نبوّت کی چھوٹ پڑ رہی ہے اور دُنیائے علم و ادب انوارِ رسالت سے جگمگا رہی ہے، نیز اپنی خوبیوں کے علاوہ عرب کے بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح کے لئے اس میں خوبصورت لائحہ عمل موجود ہے۔!

ذہنوں میں روشنی ہے تعلیم مصطفےٰ سے
یہ وہ چراغ ہیں جو بجھتے نہیں ہوا سے

بقول ڈاکٹر نثار احمد (کراچی یونیورسٹی):-

"تاریخی حیثیت سے اِن معاہدوں کے دوررس مفید اثرات حکمتِ نبوی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جن کے اثر سے نوزائیدہ اسلامی ریاست مستحکم ہوئی اور تبلیغِ اسلام کے لئے نئے راستے

کھلے۔ اس سے فراستِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی دور بینی کا اندازہ ہوتا ہے۔" [1]

جسے مصطفےٰ نے روشن کیا ظلمتِ حرا میں
سرِ بزمِ علم و دانش وہ چراغ جل رہا ہے

مقامی بولیوں اور قبائلی لب ولہجہ میں خاص مہارت

یہ افتخار ہے تیرا کہ میرے عرش مقام
تو ہمکلام رہا ہے زمین والوں سے

سنّتِ الٰہی یہ ہے کہ ظرف کے مطابق مظروف عطا ہوتا ہے۔ رب تعالےٰ کو جس سے جو کام لینا ہوتا ہے اُسے ویسی ہی صلاحیت بخشتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۝ (سورۃ ابراہیم ۱۴/۳)

(یعنی ہم نے کوئی بھی نبی ایسا نہیں بھیجا جو اپنی قوم کی زبان میں گفتگو نہ کرتا ہو تاکہ وہ ہمارا پیغام ان کے سامنے کھول کر بیان کردے)

پس اللہ تعالیٰ نے افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عربی قبیلوں کے مقامی لب ولہجہ تک کا وسیع علم عطا فرمایا تھا۔ عرب کے کسی علاقہ کی کوئی بولی آپ کے دائرہ علم سے باہر نہ تھی اور نہ کوئی فکر آپ کی فکرِ رسا سے بعید تھی چنانچہ

---

[1] ڈاکٹر نثار احمد: "عہدِ نبوی میں ریاست کا نشوونما و ارتقاء" ص ۲۰۴

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہر قبیلہ سے اس کی اپنی مقامی بولی میں روانی سے گفتگو فرمایا کرتے تھے، جسے سُن کر وہ لوگ بڑی اپنائیت محسوس کرتے اور ہمیشہ کے لئے آپ کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔

علامہ رافعی کی تحقیق ہے کہ :۔

"جب کوئی قبیلہ دربارِ رسالت میں باریاب ہوتا تو آپ اسی قبیلے کی مخصوص زبان اور خاص اسی کی طرزِ ادا —— اور اسی کے خاص لب و لہجہ میں گفتگو فرماتے اور پھر لطف یہ کہ خطاب ایسا فصیح و بلیغ ہوتا کہ خود اس قبیلہ کے فصحاء و بلغاء ایسا کلام کرنے سے عاجز رہتے۔" [1]

ایک مرتبہ دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یمن کا ایک بدّو حاضر ہوا اور سوال کیا —— "سفر میں روزہ رکھنا کیا نیکی کا کام ہے"؟

عربی میں اسے یوں کہنا چاہیئے تھا۔

"اَمِنَ الْبِرِّ الصِّیَامُ فِی السَّفَرِ ٥"

مگر اس کے اپنے قبائلی لہجہ میں "حرفِ تعریف" —— الف لام کی بجائے —— الف میم —— تھا! (یعنی: اَلْ —— کے بجائے —— اَمْ —— چنانچہ وہ یوں گویا ہوا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بولی میں یوں جواب دیا:

نعم من امبر امصیام امسفر

(ہاں سفر میں روزہ رکھنا نیکی ہے)

اسی طرح —— "یمن" —— کے وفد سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہی کی زبان، انہی کے روزمرہ اور انہی کے محاوروں میں گفتگو فرمائی —— حالانکہ ان قبائل میں آپ کبھی تشریف نہ لے گئے —— اور نہ ہی آپ

---

[1] علامہ مصطفےٰ صادق الرافعی: "اعجاز القرآن" باب: بلاغت النبوی، ص ۱۳۴

صلی اللہ علیہ وسلّم) نے کسی سے ان علاقوں کی مقامی زبان سیکھی تھی ——— پھر بھی آپ (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم) نے تبلیغِ اسلام کرتے ہوئے ان کے سامنے قرآنی احکامات کی تشریح انہی کی اپنی زبان اور خاص انہی کے اپنے لہجہ میں فرمائی!

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم ان لوگوں سے گفتگو اور معاملہ کے وقت وہی الفاظ استعمال فرماتے جو بعینہٖ وہ لوگ استعمال کرتے تھے، قرآنِ حکیم کی آیات کا مفہوم اور اس کی وضاحت بھی ان ہی کی زبان میں فرماتے جس میں وہ لوگ کلام کیا کرتے تھے۔"[1]

چنانچہ مختلف قبائل کے لوگ اعتراف کیا کرتے تھے کہ ——— رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم جب ہم سے کلام فرماتے تھے تو ہماری ہی زبان میں فرماتے تھے۔

اسی سلسلے میں آپ (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم) کے وہ مکالمات مشہور ہیں جو آپ (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم) کے اور ——— "طہیہ ابن ابی زہیر نہدی" ——— اور ——— "لقیط بن عامر" ——— کے درمیان ہوئے۔ جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خوش اخلاقی، اعلیٰ تربیت، زورِ بلاغت اور بے پناہ اثر انگیزی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔[2]

چنانچہ پہلے پہل جب لقیط بن عامر العامری ——— آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور کچھ پوچھنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم)

---

[1] علامہ قاضی عیاض: الشفاء، ج: ۱، ص: ۱۷۸

[2] عقد الفرید جلد ۳، صفحہ نمبر: ۱۸۱

نے عربی محاورے کے مطابق یہ نہیں فرمایا کہ :-

" سَلْ مَا شِئْتَ ؏ " (یعنی : جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو!)

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے خاص —— "بنو عامر" —— کے لہجہ میں بات کرتے ہوئے " لقیط " سے فرمایا —— " سَلْ عَنْكَ " —— جس کا عربی میں مطلب ہے کہ —— " اپنے آپ سے پوچھ ! " —— مگر ان کے یہاں ایسے موقعوں پر اسی طرح بولتے تھے۔

قبیلہ بنو سَعد والوں کا یہ دستور تھا کہ وہ لوگ —— عین —— کو —— نون —— سے بدل دیا کرتے تھے۔ مثلاً —— اعطی —— کو —— انطی —— اور —— معطی —— کو —— منطی —— کہا کرتے تھے۔ اس قبیلے کا ایک شخص —— " عطیہ السعد " —— آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس کو اسی قبیلے کی زبان اور اسی کے لہجے میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر " اللہ پاک تمہیں غنی کر دے تو تم لوگوں سے کچھ نہ مانگنا " کیونکہ :-

" فَاِنَّ اَلْیَدَ الْعُلْیَا ھِیَ الْمُنْطِیَۃُ وَالْیَدُ السُّفْلٰی ھِیَ الْمُنْطَاۃُ "

(بیشک اوپر والا ہاتھ تو دینے والا ہے اور لینے والا ہاتھ تو نیچا ہے)

لیکن —— " المنطیۃ " —— اور —— " المنطاۃ " —— کے الفاظ قریش کے یہاں سرے سے بولے ہی نہیں جاتے —— یہ تو —— " قبیلہ بنو سعد " —— ہی میں استعمال ہوتے تھے۔ ! بہر حال " فصاحت " —— ان الفاظ کی برابری نہیں کر سکتی ! " بلاغت "

——— اس اندازِ بیان کی ہمسری نہیں کر سکتی !! ——— حقیقت یہ ہے کہ ——— آپ (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم) کا اندازِ کلام ——— "غیبی عطیہ" ——— ہے جس پر ——— "محاسنِ سُخن" ——— کو ناز ہے !!!

حضور افصح الخلق صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم ایک دن حکمت و معرفت کے ایسے ہی موتی رول رہے تھے کہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے یہ بارشِ رحمت دیکھی تو ان سے نہ رہا گیا اور پوچھ ہی لیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم ! میں سارے عرب میں گھوما پھرا ہوں ——— فصیح و بلیغ خطیبوں کو سُنا ہے مگر آپ (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم) سے بڑا فصیح و بلیغ میں نے نہیں دیکھا! ——— ارشاد فرمائیے کہ آپ (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم) کو یہ ادب کس نے سکھایا ہے ؟"

آپ (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم) نے ارشاد فرمایا:-

"اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبِیْ" ۝ [1]

(یعنی: مجھے میرے رب ہی نے علم و ادب سکھایا ہے اور میری تربیت بھی خوب ہی فرمائی ہے۔)

مشیت نے صدا دی، رحمت للعالمین ہے یہ
کہا حق نے یہی تو ہے حبیب خوش سخن میرا

○

---

[1] علامہ قاضی عیاض: الشفاء ج ۱، ص: ۱۷۸

باب نمبر ۸

شعر و شاعری

شعر و شاعری

حضور ترجمانِ حق، افصح الخلق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حق میں حق تعالیٰ کا فرمانِ عالی ہے:۔

"وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهٗ"ؕ (یٰسین/۲۹)

(اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو شاعری نہیں سکھائی کیونکہ وہ آپ کے شایانِ شان نہیں)

چنانچہ قدرت نے خاص مصلحت کے تحت اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو شعر و شاعری میں ملوث نہیں ہونے دیا! اور پھر بھلا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم شاعر ہوتے بھی کیسے؟ ——————

اس وقت عرب میں جو شاعری رائج تھی اس کے مزاج میں شراب نوشی، عیش کوشی، زن پرستی، فحش نگاری اور مبالغہ آرائی، رچی بسی ہوئی تھی۔ ——————

—— بے حیائی اور ڈھٹائی کی انتہا یہ تھی کہ رنج و غم اور موت و میّت کے موقعوں پر بھی شاعر اپنی جھوٹی غمخواری اور نمائشی ہمدردی سے نہیں چوکتے تھے! —— مبالغہ آرائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے زمین و آسمان کے قلابے ملاتے تھے!! —— مرنے والا خواہ کیسی ہی گری پڑی حیثیت کا حامل ہوتا، اسے وقت کی عظیم ترین شخصیّت ثابت کیا جاتا! —— اس کی موت کو ایک حادثۂ عظیم قرار دیا جاتا!! —— شعر و شاعری کی اس مکروہ صورت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو سخت نفرت تھی، چنانچہ فطری طور پر آپ کی طبیعت کبھی شعر و شاعری کی طرف مائل ہی نہ ہوئی —— اور مائل ہوتی بھی کیسے؟ ——

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کانوں میں تو قدرت کے آفاقی نغمے گونج رہے تھے ——— "سازِ سرمدی" ——— کی دل آویزی آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کو شعر و شاعری کی فتنہ انگیزی کی طرف مائل ہی نہیں ہونے دیتی تھی!

لیکن اب کچھ ایسا بھی نہ تھا کہ قدرت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ذوقِ شعری سے یکسر محروم ہی رکھا ہو۔ چنانچہ پاکیزہ اشعار کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پسند فرماتے تھے۔ کلام عارفانہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اسے خوب سراہتے! ——— اور پاکیزہ اشعار کہنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلّم اجازت بھی عطا فرماتے ——— خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زبانِ حق پر بھی کبھی کبھی کسی حق گو شاعر کا پاکیزہ کلام رواں ہو جاتا تھا!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد مبارک ہے کہ:-

وَ اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃً ۝

(بعض اوقات شاعری سراپا حکمت ہوتی ہے)

چنانچہ ایسی پر حکمت شاعری کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قدر افزائی فرماتے ——— جس شعر میں صالح جذبات کی ترجمانی ہوتی اسے خوب سراہتے اور شاعر کے حق میں دعائے خیر فرماتے ——— صرف اِسی پر بس نہیں بلکہ حق گو شعراء کو انعام و اکرام سے بھی نوازتے تھے ———!

جی ہاں! ——— ایسے ہی ایک موقع پر دربارِ رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شانِ اقدس میں جب حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ، نے اپنا نورانی قصیدہ سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خوش ہو کر اپنی چادر سے نوازا ——— !!! حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ، نے اپنے اسی مقدس قصیدے کا جب یہ شعر پڑھا

۵ ان الرسول لسیف یستضا بہٖ

مہند من سیوفِ الھند مسلول

(ترجمہ: یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم وہ چمکتی ہوئی تلوار ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ یہ ہند کی بنی ہوئی تلواروں میں سے ایک کھچی ہوئی تلوار ہیں۔)

تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) نے اس شعر میں بڑی خوبصورت اصلاح فرمائی جس سے شعر حقیقت سے قریب ہوگیا! اور وہ اس طرح کہ:۔

——"سیوف الھند"—— کی جگہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) نے——

"سیوف اللہ"—— کردیا۔!

اس طرح اس شعر کو زمین سے اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے آسمان پر پہنچا دیا۔ اس وقت سے یہ شعر اسی خوبصورت تصحیح کے ساتھ لکھا پڑھا جاتا ہے۔ دراصل اس حسین اصلاح سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یہ مقصد تھا کہ نبی کسی خاص خطے سے وابستہ نہیں ہوتا بلکہ اس کی وابستگی تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے۔! حقانیت پر مبنی آپ کے اعلیٰ ذوقِ شعری کا اس سے بڑھ کر بھلا اور کیا ثبوت ہوگا!!

اسلامی دور کے مشہور شاعر —— "نابغہ جعدی" —— نے ایک موقع پر دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں اپنا پاکیزہ قصیدہ سناتے ہوئے جب اپنا یہ مقبول شعر پڑھا:۔

بلغنا السماء مجدنا وجدودنا

وانا لنرجو فوق ذلک مظھرا

(ترجمہ: ہم عزت اور نیک بختی میں آسمان پر پہنچ چکے ہیں اور ہمیں اس سے بھی زیادہ بلند مرتبے پر پہنچنے کی امید ہے)

یہ شعر سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا :-

" نابغہ آگے اور کہاں کا ارادہ ہے " ؟ تو نابغہ نے جواب دیا :-

— جنّت کا ! — یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم !

اس پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) نے خوش ہو کر فرمایا : — " انشاءاللہ تعالٰے " — اور پھر داد دیتے ہوئے آپ کے لئے دعا فرمائی کہ " اللہ تعالٰے تیرے منہ کو چاک نہ کرے " — چنانچہ اس دعائے نبوّت کا نتیجہ تھا کہ — " نابغہ " — نے ایک سو بیس ۱۲۰ سال کی طویل عمر پائی — مگر آخر تک ان کے تمام دانت صحیح و سالم رہے اور چہرے کی شگفتگی بھی قائم رہی [1] — سبحان اللہ ! ؎

وہ دعاء جس کا جوبن بہارِ قبول ہو
اُس نسیمِ اجابت پہ لاکھوں سلام

○

---

[1] مقدمہ دیوان حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، ص ۴۴

باب نمبر ۹

مزاح میں
فصاحت و بلاغت

مزاح میں فصاحت و بلاغت

حضور انور (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) —— " افصح الخلق " —— ہونے کی حیثیت سے جو کلام فرماتے وہ اپنی مثال آپ ہوتا! —— حتیٰ کہ خوش طبعی میں بھی جو کچھ مزاحاً آپ صلی اللہ علیہ و آلہ کی زبان مبارک سے نکل جاتا وہ بھی فصاحت و بلاغت کی روشن پیشانی کا جھومر بن جاتا!

چنانچہ —— " غزوہ بنو مصطلق " —— کے موقع پر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، نے اپنی کم سنی کے باوصف منافق اعظم —— " ابن ابی " —— کی کسی خطرناک سازش کا پتہ دیا —— بعد کی تحقیق نے ان کے بیان کو سچا ثابت کر دکھایا —— اس پر خوش ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پیار سے ان کا کان پکڑ کر فرمایا:۔

" لڑکے کا —— کان —— سچا تھا! " ——

دیکھیے یہ ایک مختصر سا فقرہ ہے لیکن جہاں اپنے اندر یہ شگفتگی اور حقیقت بیانی کا ایک جہان لامحدود رکھتا ہے، وہاں —— علم بیان —— کی بلاغتوں کو بھی اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے کیونکہ بعض اوقات —— " مجاز مرسل " —— میں —— " آلہ " —— سے مراد وہ چیز لی جاتی ہے جس کے لئے وہ آلہ مخصوص ہوتا ہے، چنانچہ اس فرمان عالی میں —— " کان " —— سے مراد —— " سنی ہوئی بات " —— ہی ہے۔ ! —— !! —— !!!

سب کو بقدر ظرف ملا ہے شعور ذات
" اُمّی لقب " یہ ختم ہوئی آگہی تمام

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زبانِ مبارک سے خوش طبعی میں بھی جو لفظ ادا ہو جاتا، وہ شگفتگی، شائستگی اور پاکیزگی کے ساتھ ساتھ اپنے اندر فصاحت کی گیرائی اور بلاغت کی گہرائی لئے ہوتا۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے چھوٹے بھائی — ابو عمیرؓ — کے پاس — "نغیرؓ" — نامی ایک پرندہ تھا۔ جس سے وہ کھیلا کرتے تھے — قضائے الٰہی سے ایک روز وہ پرندہ مر گیا! — ابو عمیرؓ اداس ہو گئے — حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انہیں دیکھا تو فرمایا:۔

"اے عمیرؓ! — کیا ہوا تمہارا نغیرؓ"[1]

غرضیکہ نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شگفتہ "فصاحت و بلاغت" کے جو پاکیزہ نمونے تاریخ نے محفوظ کر لئے ہیں انہیں پڑھ کر لبوں سے زیادہ دل مسکراتا ہے — آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی "خندہ بیانی" اور "شگفتہ کلامی" پر روح کو وجد آتا ہے۔ ؎

غنچے تری غنچہ دہنی کو نہیں پاتے
ہنستے ہیں مگر تیری ہنسی کو نہیں پاتے

---

[1] ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری — صحیح البخاری شریف
کتاب العلم، ص: ۱۰۲

باب نمبر ۱۰

مقبول دعائیں

مقبول دُعائیں

"وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ
دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۝" (البقرہ: ۱۸۶)

ترجمہ: اور (اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میرے بندے آپ سے میرے (دعائیں کرنے کے) متعلق سوال کریں تو (آپ انہیں بتا دیجئے کہ) میں (ان کے) بالکل نزدیک ہوں، دُعا مانگنے والوں کی دُعا قبول کرتا ہوں۔)

اپنا شرف دُعا سے ہے، باقی رہا قبول
وہ جانیں ان کے ہاتھ میں کنجی اثر کی ہے

"دُعا و مناجات" ادب کی ایسی اصناف ہیں جن میں تکلّف و تصنّع کے کے سارے حجابات اُٹھ جاتے ہیں —— جن میں بندہ اپنے مالکِ حقیقی کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیتا ہے! —— اس طرح اس کی زبان اس کے دل کی حقیقی ترجمان بن جاتی ہے —— یہاں وہ دُنیا دکھاوے سے بے نیاز، سامعین کی داد و تحسین سے بے پروا، اپنے محبوبِ حقیقی کو منانے کے لئے عرض و نیاز کی تصویر بن جاتا ہے —— اور اس تصویر میں حبِ صدق و صفا کا رنگ بھر جاتا ہے تو —— عفو و عطا کا دروازہ کُھل جاتا ہے! —— دریائے رحمت جوش میں آتا ہے —— یہ دیکھ کر بندہ لب کشائی کی جسارت کرتا ہے، لیکن ربّ ذوالجلال کی بارگاہ کا جاہ و جلال دیکھ کر —— "ایجاز و اختصار" سے کام لیتا ہے! —— ہر چند کہ بندے کی حاجات

بے انتہا ہوتی ہیں، پھر بھی بندہ اپنی دعائیں ——— "جامع اور مختصر الفاظ"
——— استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے!

چنانچہ وہ مقبول دعائیں جو رسولِ برحق افصح الخلق صلی اللہ علیہ وسلّم سے منقول ہیں ——— "جوامع الکلم" ——— کی اعلیٰ مثال اور ——— فصاحت و بلاغت ——— کا کمالِ لازوال ہیں ——— اسی کے ساتھ ساتھ ان میں سوز و اثر بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے!! ——— آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کی پُرسوز دعائیں اپنی روحانی عظمت کے ساتھ ساتھ ادب کی اعلیٰ اقدار کی حامل ہیں! ——— یہ دعائیں کیا ہیں؟ ——— دنیا کے ادبی ذخیرے کے وہ نادر شہپارے ہیں جن کی نظیر انسانی لٹریچر میں نہیں ملتی ہے

ان کے درَکے سوا زمانے میں
علم و حکمت کا باب ہے کوئی؟

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) نے اپنے مالکِ حقیقی سے ان الفاظ میں دعا کی جن سے زیادہ ——— موثر، جن سے زیادہ بلیغ، جن سے زیادہ موزوں اور مناسب الفاظ انسان نہیں لاسکتا ——— یہ دعائیہ کلمات کیا ہیں ——— ادب کا معجزہ ہیں!

حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے تو خشوع و خضوع کے عالم میں ڈوب جاتے! ——— اس وقت آپ کی زبانِ مبارک سے جو دعائیہ کلمات ادا ہوتے اسے سُن کر عاجزی و نیازمندی کی مسحور کن فضا میں دل جھومنے لگتا ——— روح وجد کرنے لگتی ——— انوار و تجلیات کا ظہور ہوتا ——— ! اور اثر و تاثیر کی بجلیاں کوندنے لگتیں ——— !!!

فیضِ عام اور کرمِ دوام کی انتہا یہ کہ مرادِ دل پانے کے لئے آج بھی نبوی

جلّ شانہٗ کا نورانی دفترِ اُمتِ مسلمہ کے لئے کھلا ہوا ہے۔ شکستگی و خستگی کے عالم میں خشوع و خضوع کے ساتھ جو بھی کوئی دُعا پڑھے گا، یقین ہے کہ اپنا دامنِ آرزو، شرفِ قبولیّت کے سدا بہار پھولوں سے بھرے گا!!!

چنانچہ آیئے دل کی گہرائیوں سے پڑھیں:۔

اللّٰھم انک تسمع کلامی و ترٰی مکانی و تعلم سرّی و علانیتّی لا یخفی علیک شئ من امری و انا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقرّ المعترف بذنبہٖ اسألک مسئلۃ المسکین و ابتھل الیک ابتھال المذنب الذلیل، وادعوک دُعاء الخائف العزیز دُعاءِ من خضعت لک رقبتہٗ فاضت عیونہٗ و ذلّ لک جسمہٗ ورغم لک انفہٗ۔ اللّٰھم لا تجعلنی بدعائک شقیًا، و کن بی رؤفًا رحیمًا یا خیر المسئولین ۝ [1]

ترجمہ: "اے اللہ جلّ جلالہٗ! —— تو میری بات کو سنتا ہے —— میرے مقام کو دیکھتا ہے —— میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے —— تجھ سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی —— میں مصیبت زدہ ہوں —— محتاج ہوں —— فریادی ہوں —— پناہ جو ہیں —— پریشان ہوں —— ہراساں ہوں —— اپنے گناہوں کا اقرار کرنے والا ہوں —— اعتراف کرنے والا ہوں —— تیرے آگے سوال کرتا ہوں —— جیسے بیکس سوال کرتے ہیں —— تیرے آگے گڑگڑاتا ہوں، جیسے گناہ گار ذلیل و خوار گڑگڑاتا ہے —— تجھ سے طلب کرتا ہوں،

---

[1] علی متقی علاء الدین ہندی "کنز الاعمال" عن ابن عباس و سنن الاقوال و الاعمال مطبوعہ حیدر آباد دکن (انڈیا) ج: ۱، ص: ۲۱۵

جیسے خوفزدہ، آفت زدہ طلب کرتا ہے ——— اور جیسے وہ شخص طلب کرتا ہے جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہو اور اس کے آنسو بہہ رہے ہوں ——— اور وہ تن بدن سے تیرے آگے جھکا ہو ——— اور اپنی ناک تیرے سامنے رگڑ رہا ہو ———!!!

اے اللہ جل جلالہٗ! ——— تو مجھے اپنے سے دعا مانگنے میں ناکام نہ رکھ اور میرے حق میں بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہو جا! ——— اے سب مانگے جانے والوں سے اچھے! ——— اے سب دینے والوں سے بہتر!" ——— !! ——— !!!

حقیقت یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا ادیب اپنی مجبوری، بے بسی اور محتاجی کا اس سے بہتر نقشہ نہیں کھینچ سکتا! ——— رحمتِ خداوندی کو جوش میں لانے کے لئے اس سے زیادہ مؤثر، اس سے زیادہ جامع الفاظ نہیں لائے جاسکتے۔ ——— آج بھی ان کلمات کو ادا کرتے ہوئے دل اُمڈ آتے ہیں ——— آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں ——— آخر رحمتِ خداوندی مائل بہ کرم ہو جاتی ہے ——— مناجات بارگاہِ الٰہی میں باریابی کا اعزاز پاتی ہے!!! ———

اس طرح آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے دعا مانگنے کا سلیقہ سکھایا ——— بابِ رحمت پر دستک دینے کا طریقہ بتایا۔ !! دنیائے ادب کو خوبصورت دعاؤں کے حسین جواہرات سے مالامال فرمایا! ——— آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ایسے خوبصورت الفاظ میں دعائیں مانگیں جن سے زیادہ فصیح و بلیغ الفاظ تصور میں نہیں لائے جاسکتے! ——— جنہیں پڑھ کر دل عجز و نیاز سے جھک جاتے ہیں ——— ! ——— اور ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ربّ تعالیٰ سے خود دُعا کی تھی:۔

"اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ وَ مِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ
وَ مِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ ۝" [1]

(ترجمہ: میں اس دعا سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، جو قبول نہ ہو اور اس دل سے جس میں خوفِ خدا نہ ہو —— ایسے نفس سے جو آسودہ نہ ہو —— اور اس علم سے جو دوسروں کو نفع نہ پہنچائے۔)

ذرا دیکھئے تو —— یہاں —— لا یسمع —— لا یخشع —— لا تشبع لا ینفع —— کی تکرارِ لفظی —— حسنِ تالیف —— کا اعجاز دکھا رہی ہے ——! معنوی خوبیوں سے قطع نظر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تمام دعاؤں میں —— صوتِ سرمدی —— سازِ فطرت —— بجا رہی ہے۔!

کہتے ہیں کہ ایک سال ایسا گذرا کہ عرب میں بارش بالکل نہیں ہوئی —— خشک سالی کے سبب مخلوقِ خدا تڑپنے لگی —— پانی سے محروم لوگ پریشان ہو کر، دوڑے بھاگے اپنے پیارے ساقیٔ کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درِ اقدس پر حاضر ہوئے اور دعائے بارش کے لئے التجائیں کرنے لگے! —— دریائے رحمت جوش میں آیا اور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں (دعائے) استسقاء فرمائی:۔

اللّٰهم اسق بلادك وبهائمك وانشر رحمتك
وَاحي بلادك الميّت اللّٰهم اسقنا غيثاً مغيثاً
مريعاً مريعاً طبقاً واسعاً عاجلاً غير اٰجلٍ
نافعاً غير ضارٍ ...... الخ [2]

---

[1] ا۔ ابو عبداللہ محمد بن عبدالباقی زرقانی: علی المواہب اللدنیہ، ج: ۵، ص: ۲۶۱
ب۔ ابو الحسن مسلم بن قشیری: صحیح مسلم شریف، ج: ۱ مطبوعہ دہلی ۱۳۴۹ھ

[2] عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی: سنن نسائی، ج: ۱، باب الدعوات

اہل زبان خوب جانتے ہیں کہ ـــــــــــــ

" فصاحت " ـــــ ان ـــــ " کلماتِ طیبات " ـــــ کی گرد کو نہیں پہنچ سکتی !

" بلاغت " ـــــــــــ ان کی بلندیوں کا تصوّر تک نہیں کر سکتی !!

" دعائیہ کلمات " ـــــ کی " صوتی ہم آہنگی " پر روح کو وجد آرہا ہے !

اور " الفاظ " کی روانی " ـــــــــــــ پر دل جھوما جا رہا ہے !!

ایک طرف " حسنِ تالیف " ـــــــــــــ قیامت ڈھا رہی ہے !!!

دوسری طرف " معانی کی وسعت ـــــــــ سے عقل خیرہ ہوئی جا رہی ہے !

مختصر یہ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی مقدس دعاؤں میں ـــــــــ

" فصاحت و بلاغت " ـــــ کے تمام نورانی لوازمات جلوہ گر ہیں ـــــ

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی دعائیں کیا ہیں ؟ ـــــــــ مستقل معجزات ـــــ

ہیں ـــــ دلائل نبوّت ـــــ ہیں !! امت کی خوش قسمتی ہے کہ صبح سے شام

اور شام سے صبح تک کے ہر لمحہ اور ہر کیفیت کی مناسبت سے ـــــــــ

" تشکرِ الٰہی " ـــــ اور ـــــ " حصولِ نعمت " ـــــ کے لئے

" نبوی دعاؤں " ـــــ کا بیش بہا خزانہ اپنے اندر ـــــ " اثر و قبول "

ـــــ کے انمول جواہرات لئے موجود ہے ۔

اِن دعاؤں کے لفظ لفظ سے ـــــ " عجز بندگی " ـــــ ٹپک رہا ہے !

اور حرف حرف سے ـــــــ " اقرارِ عبدیت " ـــــــ جھلک رہا ہے !!

" خشوع و خضوع " ـــــ ان دعاؤں کا طرۂ امتیاز ـــــ ہے !!!

" شرفِ قبولیّت " ـــــ ان کا ـــــ تمغۂ اعزاز ـــــ ہے !

ذرا دیکھیے کس خوبصورتی سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) نے یہ دعاء

مانگی :-

-اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی ذَنْبِی وَ وَسِّعْ لِی فِی دَارِی وَ بَارِكْ لِی فِی رِزْقِی ٥

(ترجمہ: اے اللہ جل جلالہٗ! مجھے اور میرے گناہ بخش دے اور مجھے میرے گھر میں وسعت دے اور مجھے میرے رزق میں برکت دے)

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے —— "فراخ روزی" اور —— "وسیع گھر" —— ہے. کسی زمانہ میں بھی اس کی اہمیت کم نہیں ہوئی اور اس زمانہ میں تو اس کی ضرورت اور بھی بڑھ گئی ہے —— لیکن اصل مسئلہ گھر کا وسیع ہونا نہیں بلکہ اصل مسئلہ گھر کا کافی ہونا ہے اور گھر والوں کا اس میں وسعت محسوس کرنا ہے —— کیونکہ اگر وسعت کا احساس نہیں تو بڑے سے بڑا گھر بھی گھر والوں کو تنگ اور ناکافی محسوس ہوگا —— اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے —— "فراخ روزی" —— کے بجائے —— "رزق میں فراخی" —— کی دعا مانگی!

اسی طرح —— "وسیع گھر" —— کے بجائے —— "گھر میں وسعت" —— عطا کرنے کی دعا مانگی —— دونوں میں جو فرق ہے وہ اہلِ نظر پر خوب روشن ہے ——!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے —— "حُسنِ کلام" —— سے متاثر ہو کر دشمنوں کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ —— آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حُسنِ بیان کو —— "فصاحت و بلاغت" —— کی وہ معراج حاصل ہے کہ جہاں شاعری کا کمالِ سخن نہیں پہنچ سکتا! —— بلکہ کسی بھی صنفِ ادب کا کمالِ فن اسکی عظمتوں کو نہیں چھو سکتا!

غرضیکہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے "خطبات" ہوں ——

یا — "مکتوبات" — "عہد نامے" — ہوں یا — وثیقہ جات — "فرامین" یا "دعائیں" — "فصاحت و بلاغت" — کے فطری انوار ہر طرف جگمگا رہے ہیں! — زبان و بیان کی قدرتی مٹھاس آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سارے کلام میں رچی بسی ہوئی ہے!

آخر میں دعا ہے کہ:-

"رب اَعِنّی وَلَا تُعِنْ علیّ وَانْصُرْنِی وَلَا تَنْصُرْ علیّ وَامْکُرْلِی وَلَا تَمْکُرْ علیّ وَاهْدِنِی وَانْصُرْنِی علی من یبغی علیّ رب اجعلنی شَاکِراً لک ذَاکِراً لک راهباً مِطواعاً لک مُخْبِتاً الیک اَوّاهاً منیباً رب تقبّل توبتی وَاغْسِلْ حوبتی وَاَجِبْ دعوتی ثبّت حجّتی وَسَدِّدْ لسانی واهْدِ قلبی وَاسْلُلْ سخیمة صدری ۝" [1]

(ترجمہ: "اے میرے رب میری مدد فرما — میرے خلاف کسی کی مدد نہ کر — میرے لئے تدبیر فرما اور میرے خلاف تدبیر نہ فرما — اور مجھے ہدایت پر قائم رکھ — اور جو مجھ پر زیادتی کرے، اس پر مجھے نصرت عطا فرما — میرے رب! مجھے اپنا شکر گزار، ذکر کرنے والا بنا دے — اپنے سے ڈرنے والا — بہت اطاعت گزار — اپنے لئے متواضع — گناہوں پر افسوس کرنے والا — اور رجوع کرنے والا بنا دے — میرے رب! میری توبہ قبول فرما — میری خطاؤں کو دھو ڈال — اور میری دعائیں قبول فرما — میری صحت کو قائم رکھ — میری زبان کو درست فرما — میرے دل کو ہدایت پر ثبات عطا فرما — میرے قلب کو کینے سے پاک رکھ۔!")

[1] ... ابن ماجہ قزوینی سنن ابن عباس

باب نمبر۱۱

اثرات

مستقبل کے واعظوں، ادیبوں اور خطیبوں پر

اثرات

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○ (سورہ یٰسین ۳۶:۱۷)

(ہمارا فرضِ منصبی تو پیغامِ ربانی کو واضح کر کے پہنچا دینا ہے)

ع

اُمّی لقب کے حُسنِ تکلم کا معجزہ

جو بے زباں تھے ان کو بھی گویائیاں ملیں

حضرت افصح العرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے مثال خطیب تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خطابت اور فصاحت و بلاغت، بعد والوں کیلئے ایک نمونۂ کار اور حسین مثال بنی۔ مختلف ادوار کے قلمکار اپنی نگارشات کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پُر حکمت کلمات سے سجاتے، سنوارتے رہے ہیں بقول قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ:۔

"آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے —— "جوامع الکلم" —— سے لوگوں نے اپنے دفاترِ انشاء کو سجایا اور ان کے الفاظ و معنی کے بارے میں کتابوں کی کتابیں جمع کر دی ہیں"۔ [1]

ع

میں ترے مصحفِ رُخ پر سے محمدؐ میرے

ان کتابوں کے بجا ہے جو ہتن کو واردوں

---

[1] علامہ قاضی عیاض "الشفاء" بتعریف حقوق المصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج: ۱، ص: ۱۷۳

ے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کلام فصاحت نظام سے فیضیاب ہو کر بعد کے واعظوں، ادیبوں اور خطیبوں نے اپنے کلام کو چار چاند لگائے ۔ ۲ "گلشنِ ادب"—— میں —— "محاسنِ سخن"—— کے سدا بہار پھول کھلائے!!

اپنے کلام سے اپنے —— "علم وفن"— کو سنوارا —— "فکر وشعور"—— کو نکھارا —— !!

"تاریخِ ادب"—— میں اس کی روشن مثالیں بکھری پڑی ہیں !!!

ے
ہیں اس کی روشن مثالیں بکھری پڑی ہیں۔

علم کی شمعیں ہوئیں روشن دیارِ جہل میں
جب نوازش دہر میں اُمّی لقب کی ہوگئی

چنانچہ امام الادبا العربی علامہ ابو عثمان عمر جاحظ نے اپنی مشہور کتاب —— "البیان والتبین"—— میں مسلم خطیبوں کی متعدد مثالیں پیش کی ہیں جنہوں نے خطبات نبوی —— سے اپنی تقریروں کو مؤثر بنایا! —— نطق نبوت کے —— "جامع الکلم"—— سے اپنے کلام کو سجایا!!

ے
آپ سے جس کو ملی روح سخن دادِ سخن
کون ہوگا بھلا دنیا میں سخنور ایسا

اس طرح سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے —— "جامع الکلم"—— کی برکت سے کبھی کھنچی ہوئی تلواریں میان میں واپس چلی گئیں —— اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ قیدیوں کو قید سے نجات ملی —— چنانچہ خلیفہ وقت مامون الرشید کو اس کے ایک باغی سردار نے قید خانہ سے خط لکھا کہ :۔

"اگر آپ بخش دیں تو آپ کا احسان ہے —— اور اگر آپ سزا دیں تو یہ آپ کا عدل ہوگا!"——

"مامون" نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے —— "جامع الکلم"۔۔۔

سے اکتسابِ فیض کرتے ہوئے اس خط کے نیچے یہ نوٹ ڈالا :

" غلبہ و اقتدار کے بعد غصّہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے ـــــ ندامت توبہ کا ایک حصّہ ہے اور ان دونوں کے درمیان خداوند کریم کا عفو ہے"۔ ـــــ[1] یہاں باغی قیدی کی جاں بخشی کے لئے مامون الرشید نے کیا خوب استدلال کیا!

ـــــ سبحان اللہ ـــــ یہ سرکارِ عالی وقار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم ہی کے ـــــ جامع الکلم ـــــ " الندم توبۃ " ـــــ کا فیض تھا ـــــ

شعورِ ذہن کو بخشا ، دِلوں کو نور دیا

ہمارے کام ہر اِک بات آپؐ کی آئی

اس طرح مختلف ادوار کے خطیبؔ و ادیبؔ اپنی تحریروں کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے پر حکمت کلمات اور زرّیں اقوال سے مزّین کرتے چلے آرہے ہیں ۔ بقول علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ :-

" آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے ـــــ جوامع الکلم ـــــ سے لوگوں نے اپنے دفاترِ انشاء کو سجایا ـــــ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کا خطاب و کلام ، فطرت کا عطیہ تھا جس کی فیض رسانی سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے خلفاء ، عمال اور حکام سب فصیح و بلیغ خطیب بن گئے " !!! ـــــ[1]

اُسی کے درسِ جلالی کا معجزہ ہے کہ ہم

حریفِ سیف ہوئے ، صاحبِ کتاب ہوئے

ـــــــــــــــــــــــ

[1] " الوسیط " ص ۱۰۲ بحوالہ : نقوش ، رسول نمبر ، ج : ۸ ، جنوری ۱۹۸۴ء ص ۳۷۰

اختتامیہ

اب تک جو کچھ بیان ہوا اس کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ —— نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا "کلام بلاغت نظام" —— آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے "منشور" —— آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی —— دُعائیں —— آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے —— "خطوط و خطبات" —— اور "جوامع الکلم" —— اپنی "فصاحت و بلاغت" —— اثر و تاثیر —— اور —— ایجاز و اختصار —— میں قرآنِ پاک کے بعد دوسرے درجہ پر ہیں! ——

اسی طرح عربی زبان و ادب پر اثر انداز ہونے کے لحاظ سے بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے —— "کلامِ بلاغتِ نظام" —— کا اعلیٰ مقام —— کلامِ الٰہی —— کے فوراً بعد ہے! یہ بھی بہت بڑا اعزاز ہے بلکہ سب سے بڑا اعزاز ہے۔ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی —— "خوبصورت باتیں" ——

"پر حکمت اقوال" —— اور —— "لاجواب جامع الکلم" —— ہر دور کے قلمکاروں، واعظوں، خطیبوں اور ادیبوں کے لیے نمونۂ کمال رہے ہیں!

ہر ایک نے اپنے کلام کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے حسنِ کلام سے زینت بخشی ہے۔

ہر بات اِک صحیفہ تھی "اُمّی رسول" کی

چنانچہ عالم اسلام کے خطیب و ادیب اپنی تقریروں اور تحریروں میں شروع ہی سے افصح العرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ——— "خوبصورت جوامع الکلم" ——— اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ——— "مقدس خطبات" ——— اور ——— "نورانی ارشادات" ——— کے اقتباسات استعمال کرتے آئے ہیں ——— اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کلامِ بلاغت نظام کے مختلف پہلوؤں پر نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہو گا کہ ان کے اثرات بے حد وسیع ہیں [1] چنانچہ:

○ "محدثین" ——— نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی احادیثِ مبارکہ کی نورانی شرحیں لکھیں اور ان میں ——— "حکمت و ہدایت" ——— کے پوشیدہ پہلوؤں کو نمایاں کیا ——— !

○ "فقیہوں" ——— نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ارشاداتِ مبارکہ سے "شرعی احکامات" اخذ کیے ——— !

○ "مفتیوں" ——— نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے "احکاماتِ عالیہ" سے فتوے تیار کیے ——— !

○ "ادیبوں" ——— کو "ان میں فصیح و بلیغ محاورات" اور "حسین کلمات" کے نادر نمونے میسر آئے ——— !

○ "اھلِ لغت" ——— نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ——— "نادر الفاظ و تراکیب" ——— سے فائدہ اُٹھایا ——— !

غرضیکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ——— "فصاحت بیانی" ——— اور ——— "بلاغت لسانی" ——— سے جہاں فروغِ اسلام ہوا وہاں عربی زبان

---

[1] ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ: "البیان والتبین" ج: ۲، ص: ۱۷

کو شہرتِ عام اور بقائے دوام حاصل ہوئی ——! ؎

کلامِ شارحِ قرآں کے نقطے نقطے کو
فروغِ علم کا سیلابِ بیکراں کہیے

اور یہ سب کچھ یوں ممکن ہوا کہ —— آپ (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم) کا کلام، کلامِ ربانی کے بعد سب سے برتر و بہتر اور افضل و اعلیٰ ہے —— جس نے ذہنوں کو پلٹا —— خیالوں کو بدلا —— اور دلوں کو موہ لیا ——!

—— یہ —— "اعجازِ ذہن" —— بھی ہے اور —— "اعجازِ سخن" —— بھی ! یہ —— "فہم و فراست کا گنجینہ" —— بھی ہے اور —— "شعور و آگہی کا خزینہ" —— بھی ——!! ؎

قائم ہے آگہی کا بھرم آپؐ کے طفیل
گوہر فشاں ہے میرا قلم آپؐ کے طفیل

حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فصاحت و بلاغت، سے اپنے کلام کو نہیں سنوارا —— بلکہ خود —— فصاحت و بلاغت —— کے حسن و جمال کو اپنے "طرزِ کلام" سے نکھارا ——

آپ نے اپنے —— "فطری اندازِ بیان" —— سے —— "علم بیان" —— میں وسعت پیدا کی ——!
اپنے —— "قدرتی طرزِ سخن" —— سے —— "محاسنِ سخن" —— کی آبرو بڑھائی ——!
اپنے —— "کمالِ حکمت و معرفت" —— سے —— "علم و ادب" —— کی قدر افزائی فرمائی !!!

چنانچہ:

"الفاظ و معنی" —— کا یہ اعزاز ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لب ہائے مبارک کی زینت بنے ——!

چنانچہ :

"الفاظ و معانی" ——— کا یہ اعزاز ہے کہ وہ آپ کے

"لب ہائے مبارک" ——— کی زینت بنے ——— !

"صنائع و بدائع" ——— کی یہ معراج ہے کہ وہ آپ کے

"پاکیزہ ذہن و دہن" ——— میں مہکے ——— !!

ورنہ آپ سے پہلے نہ ایسی — "فصاحت" — کی کوئی مثال موجود تھی — !

اور نہ ہی ایسی ——— "بلاغت" — کا کوئی وجود تھا — !!

اور نہ ہی کوئی اس وقت تک — "جامع الکلم" — سے آشنا تھا — !!!

رسولِ پاک کے ہونٹوں پہ جو سخن ٹھہرا
پھر اس کے بعد وہی خلق کا چلن ٹھہرا

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نورِ عرشہٖ
محمّد و آلہٖ و اصحابہٖ و اولیا امتہٖ اجمعین
برحمتك یا ارحم الراحمین ○

○

کتابیات

۱۔ ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام : بخاری شریف، جلد ۱

۲۔ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، امام : ترمذی شریف، جلد ۲

۳۔ ابو داؤد سلیمان، امام : ابو داؤد شریف

۴۔ ابو عبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ : ابن ماجہ، جلد ۱

۵۔ ابو الحسن مسلم بن قشیری : مسلم شریف

۶۔ احمد بن حنبل، امام : مسند احمد

۷۔ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب، امام : مشکوٰۃ شریف

۸۔ عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی : سنن نسائی، جلد ۱

۹۔ ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ، امام : البیان والتبیین، جلد ۲

۱۰۔ قاضی عیاض مالکی اندلسی، علامہ : الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، جلد ۱ جلد ۲

۱۱۔ ابو الحسن الماروی، علامہ : اعلام النبوۃ

۱۲۔ حجۃ الاسلام ابو حامد بن محمد غزالی، امام : احیاء العلوم الدین

۱۳۔ غلام مصطفیٰ صادق الرافعی، علامہ : اعجاز القرآن

۱۴۔ محمد بن عبدالباقی زرقانی، علامہ : المواہب اللدنیہ، جلد ۱

۱۵۔ ابن سعد : طبقات ابن سعد، جلد ۱

۱۶۔ محمد عطیۃ الابراشی، علامہ : عظمت الرسول

۱۷۔ احسان النص : الخاطبۃ العربیہ

۱۸۔ ابن قطیبہ : عون الاخبار

۱۹۔ ابو محمد عبدالمالک بن ہشام حمیری : سیرۃ ابن ہشام، مطبوعہ مصر

۲۰۔ ابن الاثیر : الکامل

۲۱۔ شبلی نعمانی، علامہ : سیرت النبی، جلد ۲

۲۲۔ فیروز الدین، مولوی : فیروز اللغات

۲۳۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر : عہدِ نبوی میں نظام حکمرانی

۲۴۔ نثار احمد، ڈاکٹر : عہدِ نبوی میں ریاست کا نشوونما وارتقاء مطبوعہ کراچی

۲۵۔ علی متقی علاؤالدین ہندی : کنز الاعمال، مطبوعہ حیدر آباد دکن، جلد ۱

۲۶۔ : تاریخ الادب العربی

۲۷۔ : السیرۃ الحلبیۃ، جلد ۱

۲۸۔ : صبح الاعشیٰ، جلد ۱

۲۹۔ : جمہرۃ خطب العرب، جلد ۱

۳۰۔ : رسالت نبویہ

۳۱۔ : عقد الفرید، جلد ۳

۳۲۔ مقدمہ دیوان حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

۳۳۔ ماہنامہ نقوش، لاہور، رسول نمبر، جلد ۸، جنوری ۱۹۸۴ء